فوائد مکیه
مع
حواشی مرضیه

مصنف

امام القراء شیخ القراء

حضرت علامہ قاری **عبدالرحمٰن صاحب مکی** علیہ الرحمہ

محشی

مجود اعظم، مخدوم القراءت حضرت قاری

مقری ابن ضیاء **محب الدین احمد** علیہ الرحمہ الہ آبادی

https://alislami.net

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
(1)	مقدمۃ الکتاب	207
(2)	تجوید کا حکم	207
(3)	لحن جلی اور اس کا حکم	207
(4)	لحن خفی اور اس کا حکم	208
(5)	تجوید کی تعریف	208
(6)	خوش الحانی کا حکم	209
(7)	باب اوّل	210
(8)	**پہلی فصل:** استعاذہ اور بسملہ کے بیان میں	210
(9)	**دوسری فصل:** مخارج کے بیان میں	215
(10)	**تیسری فصل:** صفات کے بیان میں	219
(11)	باعتبار قوت وضعف حرفوں کی تقسیم	222
(12)	**چوتھی فصل:** ہر حرف کی صفات لازمہ کا بیان	223
(13)	**پانچویں فصل:** صفات ممیزہ کے بیان میں	225
(14)	باب دوم	229
(15)	**پہلی فصل:** تفخیم اور ترقیق کے بیان	229
(16)	مراتب تفخیم	231
(17)	**دوسری فصل:** نون ساکن اور تنوین کے بیان میں	232

https://alislami.net

(18)	تیسری فصل: میم ساکن کے بیان میں	234
(19)	چوتھی فصل: حرف غنہ کے بیان میں	235
(20)	پانچویں فصل: ہائے ضمیر کے بیان میں	235
(21)	چھٹی فصل: ادغام کے بیان میں	236
(22)	ساتویں فصل: ہمزہ کے بیان میں	240
(23)	آٹھویں فصل: حرکات کی ادا کے بیان میں	243
(24)	**تیسرا باب**	246
(25)	پہلی فصل: اجتماع ساکنین کے بیان میں	246
(26)	دوسری فصل: مد کے بیان میں	248
(27)	تیسری فصل: مقدار اور اوجہ مد کے بیان میں	250
(28)	وجہ صحیح معلوم کرنے کا طریقہ	253
(29)	چوتھی فصل: وقف کے احکام میں	258
(30)	مراتب اوقاف	259
(31)	اعادہ قبیح کا حکم	260
(32)	سکتات غیر مرویہ	261
(33)	**خاتمہ**	264
(34)	پہلی فصل: قاری کے لئے کن علوم کا جاننا ضروری ہے	264
(35)	قراءت متواترہ وشاذہ کا حکم	267
(36)	دوسری فصل: الحان وانغام کا حکم	267

https://alislami.net

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمۃ الکتاب (1)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ، سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ- اَمَّا بَعْدُ!

تجوید کا حکم: جاننا چاہیے کہ قرآن مجید کو قواعد تجوید سے پڑھنا نہایت ہی ضروری (2) ہے۔

لحن کا حکم: اگر تجوید سے قرآن مجید نہ پڑھا گیا تو پڑھنے والا خطاوار (3) کہلائے گا۔

لحن جلی کی صورِ اربعہ اور اس کا حکم: پھر اگر ایسی غلطی ہوئی کہ:

(۱) ایک حرف دوسرے حرف سے بدل گیا۔

(۲) یا کوئی حرف گھٹا بڑھا دیا گیا۔

(۳) یا حرکات میں غلطی کی۔

---

(1) وہ مضامین ضروریہ جو کتاب کے متعلقات سے ہوں اور بصیرت اور آسانی کے لیے مقصود سے پہلے بیان کیے جائیں، ان کو مقدمۃ الکتاب کہتے ہیں۔ اور یہ مقدمہ عام اور شامل ہے خاص مقدمۃ العلم کو بھی، جس میں علم کی تعریف، موضوع، غایت بیان کی جائے۔ ۱۲۔ احقر ابن ضیاء محب الدین عفی عنہ۔

(2) سب سے پہلے تجوید کا حکم بیان فرمایا۔ چنانچہ علامہ جزری رَحْمَةُ اللهِ تعالیٰ عَلَیْهِ فرماتے ہیں: ”وَالْاَخْذُ بِالتَّجْوِيْدِ حَتْمٌ لَازِمٌ“۔ یعنی تجوید کا حاصل کرنا نہایت ضروری ہے، جو بمعنی واجب ہے، کما قال اللہ تعالیٰ: ”وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا“۔ ۱۲۔ ابن ضیاء عفی عنہ۔

(3) تجوید کا حکم بیان کرنے کے بعد اس کی وعید بیان فرمائی، جیساکہ علامہ جزری رَحْمَةُ اللهِ تعالیٰ عَلَیْهِ فرماتے ہیں: ”مَنْ لَّمْ يُجَوِّدِ الْقُرْاٰنَ اٰثِمٌ“ جو شخص قرآن مجید کو تجوید سے نہ پڑھے وہ گنہگار ہے۔ ۱۲۔ ابن ضیاء عفی عنہ۔

https://alislami.net

(۴) یا ساکن کو متحرک یا متحرک کو ساکن کر دیا تو پڑھنے والا گنہگار ہو گا۔

لحنِ خفی کے اسبابِ وقوع اور اس کا حکم: اور اگر ایسی غلطی ہوئی جس سے لفظ کا ہر حرف مع حرکت اور سکون کے ثابت رہے، صرف بعض صفات جو تحسین حرف سے تعلق رکھتے ہیں اور غیر ممیزہ ہیں[1]، یہ اگر ادا نہ ہوں تو خوف عقاب اور تہدید کا ہے، پہلی قسم[2] کی غلطیوں کو لحن جلی اور دوسری قسم[3] کی غلطیوں کو لحن خفی کہتے ہیں۔

تجوید کی تعریف: تجوید[4] کے معنی ہر حرف کو اپنے مخرج[5] سے مع جمیع صفات[6] ادا کرنا۔

---

(1) اس سے مراد صفات لازمہ غیر ممیزہ ہیں، مثل غین وخا کی صفت استعلاء، یا طاوظا کی صفت اطباق وغیرہ کے، جیسا کہ عطف تفسیری کے ساتھ خود ہی بیان فرمایا کہ اور غیر ممیزہ ہیں، باقی صفت عارضہ کی قسم غیر ممیزہ کسی کتاب میں میری نظر سے نہیں گزری۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۲/احقر ابن ضیاء۔

(2) یعنی جب کہ وضع کلمہ مہمل ہو جائے یا وضع کلمہ میں فرق ہو جائے چاہے معنی بدلیں یا نہ بدلیں، اس قسم کی صریح اور ظاہر غلطیاں ہیں اس وجہ سے ان کو لحن جلی کہتے ہیں۔ ۱۲

(3) یعنی صفات غیر ممیزہ یا صفت عارضہ نہ ادا ہوں، اس قسم کی غلطیوں کو بوجہ عدم واقفیت غیر مجود نہیں سمجھ سکتے، اس وجہ سے ان کو لحن خفی کہتے ہیں۔ لیکن لحن خفی کو چھوٹی اور خفیف غلطی سمجھ کر اس کی طرف سے لاپرواہی کرنا بڑی غلطی ہے۔ ۱۲/ابن ضیاء۔

(4) تجوید ایسے علم کا نام ہے جس کی رعایت سے قرآن شریف موافق نزول کے پڑھا جا سکے، کیوں کہ قرآن مجید تجوید ہی کے ساتھ نازل ہوا ہے، جیسا کہ علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

لِاَنَّہٗ بِہِ الْاِلٰہُ اَنْزَلَ　　　وَھٰکَذَا مِنْہُ اِلَیْنَا وَصَلَا

پس قرآن مجید کو بلا رعایت تجوید پڑھنا ایک قسم کی تحریف ہے جو جائز نہیں۔ ۱۲/ابن ضیاء عفی عنہ۔

(5) جس جگہ سے صحیح حرف نکلتا ہے اس کو مخرج کہتے ہیں۔ ۱۲/ابن ضیاء۔

(6) جس جس انداز سے صحیح حرف نکلتا ہے اس کو صفت کہتے ہیں، اور صفات جمع ہے صفت کی، جمع کے ساتھ اس لیے

https://alislami.net

موضوع: اس کا موضوع (1) حروف تہجی اور غایت (2) تصحیح حروف ہے۔

خوش الحانی کا حکم: اور خوش آوازی سے پڑھنا امر زائد (3) مستحسن ہے، اگر قواعد تجوید کے خلاف نہ ہو، ورنہ مکروہ، اگر لحن خفی لازم آئے۔ اور اگر لحن جلی لازم آئے تو حرام وممنوع ہے۔ پڑھنا اور سننا دونوں (4) کا ایک حکم ہے۔

بیان کیا گیا کہ ایک حرف میں کئی کئی صفتیں پائی جاتی ہیں، مثلاً را میں جہر، توسط، استفال، انفتاح، تکریر، پانچ صفات پائے گئے، جیساکہ صفات کے بیان اور نقشہ سے معلوم ہوگا۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(1) جس کے حالات کسی علم میں بیان کیے جائیں وہ اس علم کا موضوع ہوگا، مثلاً علم تجوید میں حرف کے مخارج اور صفات سے بحث کی جاتی ہے، تو اس وقت حروف تہجی علم تجوید کا موضوع کہا جائے گا۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(2) کسی کام کے کرنے پر جو نتیجہ مرتب ہوتا ہے اس کو غایت کہتے ہیں، مثلاً تجوید کے ساتھ پڑھنے سے تصحیح کلام اللہ ہوگی، لہٰذا یہ غایت تجوید کہی جائے گی، اور اگر اس تصحیح سے غرض ثواب ہو تو ان شاء اللہ تعالیٰ ثواب بھی ملے گا۔ ۱۲/ احقر ابن ضیاء۔

(3) یعنی خوش آوازی تجوید کے قواعد اور حکم وغیرہ سے خارج ہے، اگرچہ امر مستحسن ہے، جیساکہ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں: "زَيِّنُوا الْقُرْءَانَ بِاَصْوَاتِكُمْ" یعنی اپنی آوازوں سے قرآن مجید کو زینت دو۔ چوں کہ بہت سے لوگوں نے خوش آوازی کو تجوید کا موقوف علیہ قرار دے رکھا ہے، یہاں تک کہ تجوید حاصل نہیں کرتے کہ ہماری آواز اچھی نہیں، یا جن لوگوں میں فطرتاً خوش آوازی نہیں ہے ان کو باوجود صحیح پڑھنے کے مطعون کرتے ہیں، یا بعض لہجہ ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں، اور تجوید کا خیال نہیں کرتے، اس لیے فرمایا کہ خوش آوازی سے پڑھنا امر زائد مستحسن ہے، وہ بھی اس شرط کے ساتھ جب کہ لحن جلی لازم نہ آئے ورنہ حرام ہے، اور اگر لہجہ کی بدولت لحن خفی لازم آئے تو مکروہ ہے، کما ذکر شیخنا المصنف ۱۲۔

(4) یعنی جس طرح لحن جلی کے ساتھ پڑھنا حرام ہے، اسی طرح لحن جلی کا سننا بھی حرام ہے۔ اور جس طرح لحن خفی کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے، اسی طرح اس کا سننا بھی مکروہ ہے۔ بہر حال فعل ناجائز اور قبیح سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

https://alislami.net

باب اوّل (1)

پہلی فصل (2): استعاذہ (3) اور بسملہ (4) کے بیان میں:

محل استعاذہ اور اس کا حکم: قرآن مجید شروع کرنے سے پہلے استعاذہ ضروری (5) ہے۔

الفاظ استعاذہ: اور الفاظ اس کے یہ ہیں: ”اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ“ گو اور طرح (6) سے بھی ثابت ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ انہیں (7) الفاظ سے استعاذہ کیا جائے۔

---

(1) جس میں مختلف قسم کے عام مضامین مذکور ہوں اس کو باب کہتے ہیں۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(2) جب ایک بیان کو دوسرے بیان سے جدا کرنا ہوتا ہے تو اس کو فصل کہتے ہیں، اس میں ایک خاص قسم کے مضامین ہوتے ہیں۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(3) جن کلمات کے ذریعہ شیطان سے پناہ مانگی جائے اس کو استعاذہ کہتے ہیں، اس کا نام تعوذ بھی ہے، یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھنا۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(4) اس کے معنی ہے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنا۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(5) چوں کہ ابتدائے قراءت مہتم بالشان ہے، اس وجہ سے لفظ ضروری فرمایا، یہاں ضروری بمعنی واجب نہیں، کیوں کہ ائمہ احناف کے نزدیک استعاذہ مستحب ہے، جیساکہ ملا علی قاری رَحْمَۃُ اللہِ تعالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ”وَالصَّحِیْحُ اَنَّھَا مُسْتَحَبَّۃٌ بِقَرِیْنَۃِ الشَّرْطِ، فَاِنَّ الْمَشْرُوْطَ غَیْرُ وَاجِبٍ“۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(6) جیساکہ طیبہ علامہ جزری رَحْمَۃُ اللہِ تعالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

وَاِنْ تَغَیَّرَ اَوْ تَزِدْ لَفْظًا فَلَا ۔۔۔ تَعِدُ الَّذِیْ قَدْ صَحَّ مِمَّا نُقِّلَا

یعنی اگر الفاظ استعاذہ متغیّر کر دیئے جائیں یا الفاظ استعاذہ زیادہ کر دیئے جائیں تو ثبوت نقل سے نہ متجاوز ہوں۔ متغیّر کی مثال ”اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ اِبْلِیْسَ وَجُنُوْدِہٖ“ اور زیادتی کی مثال ”اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ“۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(7) جیساکہ علامہ دانی رَحْمَۃُ اللہِ تعالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ”اعلم ان المستعمل عند القراء الحذاق من اھل الاداء فی لفظھا اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم دون غیرہ“ یعنی ماہرین قراء کے نزدیک الفاظ استعاذہ ”اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ“ ہی مختار ہیں۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

https://alislami.net

بسملہ کا محل وحکم: اور جب سورت شروع کی جائے تو ''بِسْمِ اللّٰہِ'' کا پڑھنا بھی نہایت ضروری(1) سوائے سورۂ براءۃ(1) کے، اور اوساط اور اجزاء(2) میں اختیار ہے، چاہے ''بِسْمِ اللّٰہِ'' پڑھے اور چاہے نہ پڑھے۔

---

(1) عن ابن خزیمۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرأ بسم اللہ الرحمن الرحیم فی اول الفاتحۃ فی الصلوۃ، وعدھا آیۃ ایضا، فھی اٰیۃ مستقلۃ منھا فی احدی الحروف السبعۃ المتفق علی تواترھا، وعلیہ ثلثۃ من القراء السبعۃ ابن کثیر وعاصم والکسائی، فینعقدونھا اٰیۃ منھا بل من القرءٰان اول کل سورۃ (من الاتحاف فی القراٰۃ الاربعۃ عشر)

وقیل اٰیۃ تامۃ من کل سورۃ وھو قول ابن عباس وابن عمر وسعید بن جبیر والزھری وعطاء وعبد اللہ بن مبارک وعلیہ قراء مکۃ والکوفۃ وفقھاؤھا، وھو القول الجدید لشافعی. (من منار الھدیٰ فی الوقف والابتدا)

والحاصل ان التارکین اخذوا بالحال الاول والمبسملین اخذوا بالاخیر المعول، ولا یخفی قوۃ دلیل المبسملین، لاسیما مع کتابۃ البسملۃ فی اول کل سورۃ اجماعا من الصحابۃ. (من شرح الشاطبیۃ لملاعلی قاری)

ثم المبسملون بعضھم یعدھا اٰیۃ من کل سورۃ سوی براءۃ، وھم غیر قالون. (من کنز المعانی شرح حوز الامانی)

قال السخاوی تلمیذ للشاطبی واتفق القراء علیھا فی اول الفاتحۃ کابن کثیر وعاصم والکسائی، یعتقدونھا اٰیۃ منھا، ومن کل سورۃ والصواب ان کلا من القولین حق وانھا اٰیۃ من القرءٰان فی بعض القراءات وھی قراءۃ الذین یفصلون بھا بین السورتین ولیست اٰیۃ فی قراءۃ من لم یفصل بھا. (نشر فی القراءات العشر للامام الجزری)۔ ۱۲/ منہ۔

ترجمہ:۔ ابن خزیمہ سے مروی ہے کہ تحقیق رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پڑھا ہے، بسم اللہ الرحمن الرحیم کو الحمد کے شروع میں نماز کے اندر اور اس کو ایک آیت بھی شمار کیا، پس معلوم ہوا کہ یہ ایک مستقل آیت ہے، بعض قراء سبعہ کے نزدیک جن کے تواتر پر اتفاق ہے اور قراء سبعہ میں سے تین قاری ابن کثیر اور عاصم اور کسائی اسی پر ہیں، اور یہ تینوں اس کے الحمد سے ایک آیت ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں، بلکہ قرآن شریف کی ہر سورت کے شروع کی ایک آیت سے مانتے ہیں (اتحاف) اور کہا گیا ہے کہ یہ ایک آیت تامہ ہے، ہر سورت سے، یہ ابن عباس اور ابن عمر اور سعید بن جبیر اور زہری اور عطا اور عبد اللہ ابن مبارک کا قول ہے، اور اسی قول پر قراءِ مکہ اور کوفہ اور وہاں کے فقہاہیں، اور امام شافعی کا قول جدید یہی ہے۔ (منار الھدیٰ فی الوقف والابتدا)

حاصل یہ ہے کہ بسم اللہ نہ پڑھنے والوں نے عمل کیا ہے شروع زمانہ پر، اور پڑھنے والوں نے عمل کیا ہے اخیر زمانہ پر جو معتمد ہے، اور بسم اللہ پڑھنے والوں کی دلیل کی قوت مخفی نہیں، خاص کر جب کہ بسم اللہ ہر سورت کے شروع میں اجماع صحابہ سے لکھی گئی ہے۔ (شرح شاطبیہ ملا علی قاری)

پھر بسم اللہ پڑھنے والے بعض اس کو ہر سورت سے سوائے سورۂ براءۃ کے ایک آیت شمار کرتے ہیں، اور وہ

https://alislami.net

ابتدائے قراءت ابتدائی سورت ودرمیانی سورت: ''اَعُوْذُ'' اور ''بِسْمِ اللّٰہِ'' پڑھنے میں چار صورتیں ہیں:[3]

(1) فصل کل (۲) وصل کل

(۳) فصل اول وصل ثانی (۴) وصل اول فصل ثانی

درمیان قراءت ابتداءِ سورت: جب ایک کو ختم[4] کر کے دوسری سورت شروع

بعض علاوہ قالون کے ہیں۔ (کنز المعانی شرح حرز الامانی)

سخاوی شاگرد امام شاطبی رَحْمَۃُ اللہِ تعالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ قراء نے اس کے جزوِ فاتحہ ہونے پر اتفاق کیا ہے، مثل ابن کثیر اور عاصم اور کسائی اس کو سورۂ فاتحہ اور ہر سورت سے جز جانتے ہیں، اور صواب یہ ہے کہ دونوں قول حق ہیں اور وہ آیت قرآن سے ہے بعض قراءت میں، اور وہ قراءت ان لوگوں کی ہے جو درمیان دو سورتوں کے بسم اللہ سے فصل کرتے ہیں، اور جو لوگ اس سے فصل نہیں کرتے ان کی قراءت میں یہ آیت نہیں۔ (نشر)

(1) سورۂ براءۃ کے شروع میں بالاتفاق ترک بسملہ ہے، چاہے ابتدائے قراءت ہو یا درمیان قراءت ہو، اس لیے کہ بسم اللہ آیت رحمت ہے اور ابتدائے براءۃ آیت غضب ہے، جیساکہ علامہ شاطبی رَحْمَۃُ اللہِ تعالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

ومهما تصلها او بدأت براءة لتنزيلها بالسيف لست مبسملا

یعنی جب کسی سورت سے وصل کیا جائے سورۂ براءۃ کا یا ابتدا کی جائے سورۂ براءۃ سے تو بسبب نازل ہونے براءۃ کے ساتھ قہر کے بسم اللہ نہیں ثابت، پس مناسب نہیں کہ آیت رحمت کو آیت غضب کے ساتھ جمع کیا جائے۔ ۱۲/ابن ضیاء۔

(2) یعنی سورت کے درمیان سے شروع کرنے میں بسم اللہ کے باب میں اختیار ہے، اگرچہ سورۂ براءۃ ہو۔ ۱۲/ابن ضیاء۔

(3) یعنی ابتدائے قراءت ابتدائے سورت سے ہو تو استعاذہ اور بسملہ کے وصل اور فصل کے لحاظ سے چار وجہیں ہیں جیساکہ کتاب میں مذکور ہیں، لیکن استعاذہ کا بسملہ اور قرآن سے فصل بہتر ہے، جیساکہ منار الہدیٰ فی الوقف والابتدا میں ہے ''اعلم ان الاستعاذة يستحب قطعها من التسمية ومن اول السورة لانها ليست من القرءان'' اور اگر سورۂ براءۃ سے قراءت شروع کی جائے تو استعاذہ کا وصل اور فصل دونوں جائز ہے، جیساکہ اتحاف میں ہے ''ويجوز الوقف على التعوذ ووصله بما بعده بسملة كان او غيرها من القرءان انتهى''۔ ۱۲/ابن ضیاء۔

(4) یعنی درمیان قراءۃ شروع سورۂ میں تین ہی وجہیں جائز ہیں، جیساکہ کتاب میں مذکور ہے، اور اگر ابتدائے قراءت

https://alislami.net

کریں تو تین صورتیں جائز ہیں اور چوتھی صورت جائز نہیں، یعنی (۱) فصل (۲) اور وصل کل (۳) اور فصل اول وصل ثانی، جائز ہے۔ (۴) اور وصل اول فصل ثانی جائز[1] نہیں۔

فائدہ: امام عاصم رَحْمَۃُ اللہِ تعالیٰ عَلَیْہِ کے نزدیک جن کی روایت حفص رَحْمَۃُ اللہِ تعالیٰ عَلَیْہِ تمام جہاں[2] میں پڑھی جاتی ہے، ان کے یہاں بسم اللہ ہر سورت کا جز[3] ہے، تو اس لحاظ سے جس سورت کو قاری بلا بسم اللہ پڑھے گا تو وہ سورت امام عاصم کے نزدیک ناقص[4] ہوگی، ایسے ہی

درمیان سورت سے ہو تو بسم اللہ پڑھنے کی صورت میں چاروں وجہیں جائز ہیں، لیکن شروع میں شیطان کا نام ہو تو وصل جائز نہیں، مثل "اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ" اور اگر بسم اللہ نہ پڑھی جائے تو استعاذہ کا وصل و فصل دونوں جائز ہیں، لیکن شروع میں اللہ پاک کا کوئی نام ہو تو استعاذہ کا وصل نہ کرے، مثل "اَللّٰہُ، ھُوَ اللّٰہُ، اَلرَّحْمٰنُ" وغیرہ۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(1) کیوں کہ بسم اللہ کو شروع سورت سے تعلق ہے اس لیے بسم اللہ کا وصل ختم سورت سے اور فصل شروع سورت سے جائز نہیں جیسا کہ علامہ شاطبی رَحْمَۃُ اللہِ تعالیٰ عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

ومهما تصلها مع اواخر سورة فلا تقفن الدهر فيها فتثقلا

یعنی جب کہ بسم اللہ کا ختم سورت سے وصل کیا جائے تو نہ وقف کر اس وقت بسم اللہ پر تاکہ دشواری میں نہ پڑے کیوں کہ بسبب فصل ثانی کے بسم اللہ کا شروع سورت میں نہ پڑھنا لازم آئے گا۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(2) اس وجہ سے کہ امام اعظم صاحب رَحْمَۃُ اللہِ تعالیٰ عَلَیْہِ علم قراءۃ میں امام عاصم صاحب رَحْمَۃُ اللہِ تعالیٰ عَلَیْہِ کے شاگرد ہیں، لہٰذا موافقت قراءت روایت حفص رَحْمَۃُ اللہِ تعالیٰ عَلَیْہِ کی پڑھتے ہیں، اور چوں کہ روایت حفص بھی قراءِ سبعہ متواترہ میں سے ایک قراءت ہے اور اس کے موافق قرآن شریف میں شرح شاطبی ملا علی قاری میں یہی تقریر میں نے دیکھی ہے۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(3) یعنی روایۃً جزوِ سورت حقیقتاً جزوِ سورت نہیں۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(4) مگر یہ امر ظاہر ہے کہ بسم اللہ کا جز ہر سورت ہونا امر قطعی نہیں، کیوں کہ مجتہدین وفقہا کا اختلاف ہے، احناف جزو قرآن کے قائل ہیں اور شوافع جزو ہر سورت کے قائل، ایسے ہی ابن کثیر، عاصم، کسائی کی طرف نسبت اعتقاد جزو ہر سورت کا ہونا امر ظنی ہے قطعی نہیں، کیوں کہ کتب تفسیر اور قراءت کی کتابوں میں جن کے مولف شافعی المذہب ہیں ان کا قول ہے کہ یہ قراء جزو ہر سورت کے قائل ہیں، اور ان قراءت سے روایت اعتقاد جزئیت ہر سورت کی نظر سے نہیں گزری، البتہ بسم اللہ کی روایت ان قراء سے قطعی ہے اور اعتقاد جزئیت یہ مسئلہ فقہی ہے، علم قراءۃ سے اس کو تعلق نہیں۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

https://alislami.net

اگر سارا قرآن پڑھا جائے تو جتنی سورتوں میں بسم اللہ نہیں پڑھی ہے اتنی آیتیں قرآن شریف میں ناقص ہوں گی (1)۔

فائدہ: کلام اجنبی کا حکم: اگر درمیان قراءت کے کوئی کلام اجنبی (2) ہوگیا گوکہ سلام کا جواب ہی کسی کو دیا ہو تو پھر استعاذہ کو دہرانا چاہیے۔

فائدہ: کیفیت استعاذہ: قراءت جہریہ میں استعاذہ جہر (3) کے ساتھ ہونا چاہیے، اور اگر آہستہ سے یا دل میں استعاذہ کر لیا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے، بعض کا قول ایسا ہی ہے۔

---

(1) کتب قراءت میں جو مسائل بیان کیے جاتے ہیں وہ تلاوت سے متعلق ہیں، لہٰذا تلاوت میں روایت حفص کی پابندی ضروری ہے، اور تراویح وغیرہ کے مسائل فقہ سے متعلق ہیں، لہٰذا حنفیوں کو تراویح وغیرہ کے بارے میں امام اعظم صاحب رَحْمَۃُ اللہِ تعالیٰ عَلَیْہِ کی تقلید واجب ہے، چوں کہ احناف کے نزدیک آیت "اِنَّہٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَاِنَّہٗ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" کے علاوہ بسم اللہ ہر سورت کے شروع کا جز نہیں ہے، صرف قرآن کا جز ہے، لہٰذا قرآن بھر میں ایک جگہ کہیں بھی تراویح میں پڑھ لینے سے قرآن مجید پورا ہو جائے گا، اس وقت روایت حفص کے موافق تکمیل قرآن کے مکلف نہیں ہیں، پس عدم تقلید اور تخلیط قراءت دونوں سے بچنا ضروری ہے۔ ۱۲/ ابن ضیاء عفی عنہ۔

(2) یعنی متعلقات قرآن سے کوئی بات نہ ہوئی ہو، اس لیے کہ غیر متعلقات قرآن منافی قراءت ہے، پس اگر بلا وجہ قراءت میں سکوت بھی پایا گیا تو استعاذہ پھر کرنا چاہیے، کیوں کہ اعراض عن القراءت لازم آئے گا، اگرچہ ارادہ پھر پڑھنے کا ہو، ہاں اگر افہام اور تفہیم معنی کی غرض سے سکوت ہو تو استعاذہ دہرانے کی ضرورت نہیں، پڑھتے پڑھتے وقت سے زیادہ رک جانے کو سکوت کہیں گے۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(3) بعض حضرات اس کو شرط وجودی اور شرط عدمی کے ساتھ مقیّد کرتے ہیں، شرط وجودی یہ کہ قراءت بالجہر ہو یا سامع ہو۔ اور عدمی یہ کہ نماز میں نہ ہو یا قرآن کا دور نہ کرتا ہو۔ اسی طرح سے حضرت نے فوائد مکیہ پڑھاتے وقت مجھ سے بیان فرمایا تھا، پھر بعد میں شرح شاطبی ملا علی قاری میں یہی تقریر میں نے دیکھی ہے۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

https://alislami.net

دوسری فصل

مخارج کے بیان میں

مخارج حروف کے چودہ ہیں:

پہلا مخرج: اقصی حلق، اس سے (ا، ء، ہ)(1) نکلتے ہیں۔

دوسرا مخرج: وسط حلق، اس سے (ع، ح) نکلتے ہیں۔

تیسرا مخرج: ادنیٰ حلق، اس سے (غ، خ) نکلتے ہیں۔

چوتھا مخرج: اقصی لسان اور اوپر کا تالو، اس سے (ق) نکلتا ہے۔

پانچواں مخرج: قاف کے مخرج سے ذرا منھ کی طرف ہٹ کر، اس سے (ك) نکلتا ہے ان دونوں حرفوں کو یعنی (ق) اور (ك) کو حروف لہویہ کہتے ہیں۔

چھٹا مخرج: وسط لسان، اس سے (ج، ش، ی) نکلتے ہیں۔

ساتواں مخرج: حافۂ لسان اور ڈاڑھوں کی جڑ، اس سے (ض) نکلتا ہے۔

آٹھواں مخرج: طرف لسان اور دانتوں کی جڑ، اس سے (ل، ن، ر) نکلتے ہیں۔

نواں مخرج: نوک زبان اور ثنایا علیا کی جڑ، اس سے (ط، د، ت) نکلتے ہیں۔

دسواں مخرج: نوک زبان اور ثنایا علیا کا کنارہ، اس سے (ظ، ذ، ث) نکلتے ہیں۔

گیارھواں مخرج: نوک زبان اور ثنایا سفلی کا کنارہ مع اتصال ثنایا علیا کے، اس سے (ص، ز، س) نکلتے ہیں۔

---

(1) فراء کے مذہب کی بنا پر الف اور ہمزہ کا مخرج ایک ہے، اس وجہ سے الف کو بھی ہمزہ کے ساتھ بیان فرمایا، چوں کہ الف مخرج مقدر جوف حلق سے نکلتا ہے، اس وجہ سے اس کو حلقیہ نہیں کہتے، بلکہ جوفیہ اور ہوائیہ کہتے ہیں، حروف حلقیہ ان حرفوں کو کہتے ہیں جو بالاتفاق حلق کے مخرج محقق سے ادا ہوتے ہیں۔ ۱۲/ابن ضیاء۔

https://alislami.net

بارھواں مخرج: نیچے کا لب اور ثنایا علیا کا کنارہ، اس سے (ف) نکلتا ہے۔

تیرھواں مخرج: دونوں لب، اس سے (ب، م، و) نکلتے ہیں۔

چودھواں مخرج: خیشوم، اس سے غنہ نکلتا ہے، مراد اس سے نون مخفی (1) و مدغم بادغام ناقص ہے۔

فائدہ: یہ مذہب فراء وغیرہ کا ہے، اور سیبویہ کے نزدیک سولہ مخارج ہیں، انھوں نے "ل" کا مخرج حافۂ لسان، اس کے بعد "ن" کا مخرج کہا ہے، اس کے بعد "ر" کا مخرج ہے، اور خلیل کے نزدیک سترہ ہیں، انھوں نے "ل، ن، ر" کا مخرج جدا جدا رکھا ہے، اور حرف علت (2) جب مدہ (3) ہوں ان کا مخرج جوف (4) کہا ہے۔

---

(1) مخفی بضم المیم وفتح الفاء صحیح ہے، یعنی وہ غنہ جو اخفاء اور ادغام ناقص کی حالت میں بقدر ایک الف نکلتا ہے اس کو حرف فرعی کہتے ہیں۔ اس کو صفت عارض سمجھنا غلطی ہے۔ ۱۲/ ابن ضیاء عفی عنہ۔

(2) یعنی واو اور یا، کیوں کہ الف ہمیشہ مدہ ہی ہوتا ہے۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(3) یعنی واو ساکن سے پہلے پیش اور یا ساکن سے پہلے زیر ہو، باقی الف ہمیشہ ساکن ماقبل ہمیشہ زبر ہوتا ہے، لیکن جب ہمزہ بشکل الف ساکن ماقبل زبر ہوگا تو اس الف پر جزم ضرور ہوگا، اور جھٹکا سے پڑھا جائے گا۔ جیسے "شَأْنٌ" الف اور ہمزہ میں یہی فرق ہے۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(4) یعنی واو مدہ اپنے ہی مخرج کے جوف سے اور یا مدہ اپنے ہی مخرج کے جوف سے اس طرح ادا ہوتے ہیں کہ مخرج کا تحقق نہیں ہوتا بلکہ مثل الف کے واو یا مدہ بھی ہوا پر تمام ہو جاتے ہیں، جیسا کہ علامہ جزری رَحْمَۃُ اللہِ تعالیٰ عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

"فالف الجوف واختاها وهي   حروف مد للهواء تنتهي"۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

فائدہ: یہ اختلاف ۱۴/ ۱۶/ ۱۷/ کا حقیقی اختلاف نہیں ہے، فراء نے ل، ن، ر، میں قرب کا لحاظ کر کے ایک کہ دیا، سیبویہ اور خلیل نے قرب کا لحاظ نہ کر کے الگ مخرج ہر ایک کا بیان کیا، جیسا کہ محققین کا قول ہے کہ ہر حرف کا مخرج علیحدہ ہے، مگر نہایت قرب کی وجہ سے ایک شمار کیا جاتا ہے، علیٰ ہٰذا القیاس حروف مدہ کا مخرج خلیل نے جوف کہا ہے، فراء اور سیبویہ نے مدہ وغیر مدہ کا ایک ہی مخرج کہا ہے، مخرج جوف زائد نہیں کیا، اس میں تحقیق یہ ہے کہ الف بالکل

https://alislami.net

ہوائی حرف ہے، اس میں اعتماد صوت کا کسی جزوِ معین پر نہیں ہوتا، اسی واسطے فراء وسیبویہ نے مبدءِ مخارج یعنی اقصاءِ حلق اس کا مخرج کہا ہے، اور حرف (و) و (یا) جب مدہ ہوں تو اس وقت اعتماد صوت کا لسان و شفتین پر نہایت ضعیف ہوتا ہے مگر ہوتا ضرور ہے، لہٰذا فراء، سیبویہ نے اس اعتماد ضعیف کی وجہ سے مدہ و غیر مدہ کے مخرج میں فرق نہیں کیا، خلیل نے ضعف و قوت کا لحاظ کر کے ایک مخرج جوف زائد بیان کیا ہے۔

فائدہ: غنہ صوت خیشومی کا نام ہے، اور یہ سب حرفوں میں ممکن الاداء ہے، مگر (ن، م) میں یہ صفت لازمہ کے طور سے ہے، اور جب دونوں حرف مشدد یا مخفی یا مدغم بالغنہ ہوں تو اس وقت یہ صفت علیٰ وجہ الکمال پائی جاتی ہے، اور ان حالتوں میں خیشوم کو ایسا دخل ہے کہ بغیر اس صفت کے (ن، م) بالکل ادا ہی نہ ہوں گے، یا نہایت ناقص ادا ہوں گے، لہٰذا فراء نے لکھا ہے کہ (ن، م) کا مخرج ان حالتوں میں خیشوم ہے، اب کئی اعتراض ہوتے ہیں۔

اوّل یہ کہ سب صفت لازمہ میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ بغیر ان کے حرف ادا نہیں ہوتا تو سب کا مخرج بیان کرنا چاہیے اور مخرج بدلنا چاہیے یا دو مخرج لکھنا چاہیے؟ جواب یہ ہے کہ چوں کہ صفت غنہ کا مخرج سب مخارج سے علیٰحدہ ہے اس واسطے بیان کرنے کی حاجت ہوئی، بخلاف اور صفات کے انھیں مخارج سے تعلق رکھتے ہیں جہاں سے حروف نکلتے ہیں۔

دوسرا شبہ یہ ہوتا ہے (ن) مشدد اور مدغم بالغنہ اور (م) مطلقاً خواہ مشدد ہو یا مخفی ان صورتوں میں اصلی مخرج سے نکلنے میں تبدیلی مخارج تو نہیں معلوم ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مخرج اصلی کو بھی دخل اور خیشوم کو بھی تاکہ علی وجہ الکمال ادا ہوں۔

تیسرا شبہ یہ ہے کہ نون مخفی کو بعض قراءِ زمانہ لکھتے ہیں کہ اس میں لسان کو ذرہ بھر دخل نہیں ہے اور کتب تجوید کی بعض عبارات سے ان کی تائید ہوتی ہے مگر جب غور و خوض کیا جائے اور سب کے اقوال مختلفہ پر نظر کی جائے تو یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ (ن) مخفی میں لسان کو بھی دخل ہے مگر ضعیف، اسی وجہ سے کالعدم سمجھا گیا، جیسا کہ حروف مدہ میں اعتماد ضعیف سے قطع نظر کر کے خلیل وغیرہ نے ان کا مخرج جوف بیان کیا ہے، ایسا ہی نون مخفی کا حال ہے، اس کی تعریف یہ کی جاتی ہے "حَرْفٌ خَفِيٌّ يَخْرُجُ مِنَ الْخَيْشُوْمِ لَا عَمَلَ لِلِّسَانِ فِيْهِ" اب "لَاعَمَلَ لِلِّسَانِ" کو دیکھ کر خیال پیدا ہوتا ہے کہ لسان کو ذرہ بھر دخل نہیں کیوں کہ نکرہ منفی عموم کا فائدہ دیتا ہے، اگر یہ صحیح مانا جائے تو حرف کا اطلاق صحیح نہیں، اس واسطے کہ حرف کی تعریف ملا علی قاری وغیرہ نے لکھی ہے کہ "صَوْتٌ يَعْتَمِدُ عَلٰى مَقْطَعٍ مُحَقَّقٍ اَوْ مُقَدَّرٍ" مقطع محقق کو اجزاء حلق لسان شفت بیان کیا اور مقطع مقدر جوف کو بیان کیا، لہٰذا "لَاعَمَلَ لِلِّسَانِ" میں عمل خاص کی نفی ہے، جیسا کہ آگے کی عبارت سے معلوم ہو جائے گا۔

ثانیاً: ملا علی قاری کی عبارت سے بھی عمل لسان ثابت ہے، وہ لکھتے ہیں "وَاَنَّ النُّوْنَ الْمُخْفَاةَ مُرَكَّبَةٌ مِنْ

مَخْرَجِ الذَّاتِ وَمِنْ تَحَقُّقِ الصِّفَتِ فِیْ تَحْصِیْلِ الْکَمَالَاتِ "تحقق الصفۃ کے معنی وجود غنہ اور اس کا مخرج خیشوم ہے، فثبت ماقلنا۔

ثالثًا: امام جزری نشر فی القراءات العشر میں لکھتے ہیں ''المخرج السابع عشر الخیشوم وھو الغنۃ وھی تکون فی النون والمیم الساکنین حالۃ الاخفاء او ما فی حکمہ من الادغام بالغنۃ فان مخرج ھٰذین الحرفین یتحول فی ھٰذہ الحالۃ عن مخرجھا الاصلی علی القول الصحیح کما یتحول مخرج حروف المد من مخرجھا الی الجوف علی الصواب'' پھر آگے احکام النون الساکنۃ والتنوین میں لکھتے ہیں ''الاول مخرج النون والتنوین مع الحروف الاخفاء الخمسۃ عشر من الخیشوم فقط ولاحظ لھما معھن فی الفم لانہ لاعمل للسان فیھما کعملہ فیھما مع مایظھران ویدغمان بغنۃ'' اس سے معلوم ہوا کہ نفی قید کی ہے مطلق عمل کی نہیں، یعنی اظہار اور ادغام مع الغنہ میں جو عمل ہے یہ نون مخفی میں نہیں۔ اب اگر تحول کے معنی انتقال اور تبدل کے مراد ہوں تو ''لاعمل کعملہ مع مایدغمان بغنۃ'' اس کے معارض ہوگا، لہٰذا مراد تحول سے توجہ ومیلان ہے، اس طرح پر کہ محول عنہ ومحول الیہ دونوں کو دخل ہے مگر نون خفیفہ میں بہ نسبت نون مشدد کے لسان کو بہت کم دخل ہے، بخلاف نون مشدد ومدغم بالغنہ ومیم مشدد ومخفاۃ کے کہ ان میں لسان وشفت کو زیادہ دخل وعمل ہے۔ ایک بات اور یہاں سے ظاہر ہوتی ہے کہ نون مخفی میں لسان کو ایسا عمل بھی نہ ہو جیسا کہ نون میم مشدد میں ہوتا ہے، اور نہ مابعد کے حرف کے مخرج پر اعتماد ہو، جیسا کہ (و، ی، ل، ر) میں بحالت ادغام بالغنہ اعتماد ہوتا ہے، کیوں کہ ان حرفوں میں ادغام بالغنہ کی صورت یہ ہے کہ نون کو مابعد کے حرف سے بدل کر اول حرف کو اس مخرج سے مع صوت خیشومی کے ادا کریں اسی وجہ سے اس نون کو (و، ی، ل، ر) میں مدغم بالغنہ ہوتا ہے، اس کو حرف کے ساتھ کسی نے تعبیر نہیں کیا، کیوں کہ یہاں ذاتِ نون بالکل منعدم ہوگئی ہے، اور نہ اصلی مخرج سے کچھ تعلق رہا ہے صرف غنہ باقی ہے، جس کا محل خیشوم ہے، بخلاف نون مخفی کے کہ اس کی تعریف یہ کی جاتی ہے ''حرف خفی یخرج من الخیشوم ولاعمل للسان فیہ ولا شائبۃ حرف اٰخر فیہ'' اب امام جزری رَحْمَۃُ اللہِ تعالٰی عَلَیْہِ کا قول بھی ثابت ہوگیا کہ نون مخفی میں لسان کو بھی کچھ دخل ہے۔

نہایۃ القول المفید میں نشر سے زیادہ صاف مطلب نکلتا ہے، پہلے لکھا ہے کہ خیشوم مخرج ہے، نون، میم، وغیرہ کا، پھر لکھتے ہیں کہ ''لایقال لا بد من عمل للسان فی النون والشفتین فی المیم مطلقا حتی فی حالۃ الاخفاء والادغام بغنۃ، وکذا للخیشوم عمل حتی فی حالۃ الاظھار۔ والتحریك فلم ھٰذا التخصیص لانھم نظروا الاغلب فحکموا لہ بانہ المخرج۔ فلما کان الاغلب فی حالۃ اخفائھما وادغامھما بغنۃ عمل الخیشوم جعلوہ مخرجھما حینئذ وان عمل اللسان والشفتان ایضا ولما کان اغلب فی حالۃ التحریك والاظھار عمل اللسان والشفتین جعلوھما المخرج وان عمل الخیشوم حینئذ ایضا۔ الخ''۔

رابعًا: غنہ اور اخفاء سے غرض تحسین لفظ اور جو ثقل ترکیب حرف سے پیدا ہو اس کی تخفیف مقصود ہوتی ہے، اور ایسے اخفاء سے کہ جس میں لسان کو ذرہ بھر تعلق نہ ہو محال نہیں تو متعسر ضرور ہے، اور صوت بھی کریہہ ہوجاتی

https://alislami.net

تیسری فصل

صفات کے بیان میں

جھر: جہر کے معنی شدت (1) اور زور سے پڑھنے کے ہیں، اس کی ضد

ھمس: ہمس ہے، یعنی نرمی (2) کے ساتھ پڑھنا اور اس کے دس حروف ہیں، جن کا مجموعہ ''فَحَثَّهٗ شَخْصٌ سَكَتْ'' ہے، ان حروف کے ماسوا سب مجہورہ ہیں۔

شدت: شدیدہ کے آٹھ حروف ہیں، جن کا مجموعہ ''اَجِدُ قِطٍّ بَكَتْ'' ہے، ان کے سکون (3) کے وقت آواز رک جاتی ہے۔

توسط: پانچ حروف متوسطہ ہیں، جن کا مجموعہ ''لِنْ عُمَرَ'' ہے، ان میں بالکل آواز

ہے، اگر کچھ بنا کر تکلف سے ادا کیا جائے، حاصل یہ ہے کہ نون مخفاۃ کے ادا کرتے وقت حنک سے قریب متّصل ہوگی مگر اتصال نہایت ضعیف ہوگا۔ ۱۲/ منہ۔

(1) اس شدت سے مراد بلندی اور شدت نفس ہے، یعنی جہر کے ادا کرتے وقت مخرج میں سانس اتنی قوت سے ٹھہرتی ہے کہ آواز بلند ہوجاتی ہے، اور صفت شدت میں شدت صوت ہوتا ہے، یعنی اس کے ادا میں آواز مخرج میں اتنی قوت سے ٹھہرتی ہے کہ فوراً بند ہوجاتی ہے۔ جیسے ''حَرَجٍ'' کی جیم۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(2) یعنی ہمس کے ادا کرتے وقت جریان نفس کی وجہ سے آواز میں جو پستی ہے اسی کو نرمی سے تعبیر کیا ہے، کیوں کہ جہر میں بلندی ہوتی ہے، پس اس کی ضد میں پستی ہوگی، جیسے ''صَفْرَآءُ'' کی فا، چنانچہ کاف تا میں نرمی نہیں ہے، بلکہ بوجہ شدت سختی ہے، اور شدت کی ضد رخو کے ادا میں نرمی ہے، اور جریان صوت کی وجہ سے ضعف ہے، اس سے ہمس اور رخو کا فرق بھی ظاہر ہوگیا۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(3) چوں کہ متحرک کی صورت میں بوجہ حرکت آواز کا رکنا معلوم نہیں ہوتا، اس لیے سکون کی قید لگائی، ورنہ صفات لازمہ کے لیے کسی قید کی ضرورت نہیں تھی، حروف چاہے متحرک ہوں یا ساکن، جو صفات لازمہ ہیں وہ ہر حال میں پائی جائیں گے۔ سکون کی قید سے اس کا عارضی سمجھنا غلطی ہے، حروف شدیدہ جب متحرک ہوتے ہیں تو جس قدر آواز جاری ہوتی ہے وہ حرکت کی ہوتی ہے۔ ۱۲/ ابن ضیاء عفی عنہ۔

https://alislami.net

بند نہیں ہوتی۔

رخاوت: باقی حروف ماسوا شدیدہ اور متوسطہ کے سب رخوہ ہیں، یعنی ان کی آواز جاری ہو سکتی ہے۔

استعلاء: ''خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ'' یہ حروف متّصف ہیں ساتھ استعلاء کے، یعنی ان کے ادا کرتے وقت اکثر حصہ (1) زبان کا تالو کی طرف بلند ہو جاتا ہے۔

استفال: ان کے ماسوا سب حروف استفال کے ساتھ متّصف ہیں، ان کے ادا کرتے وقت اکثر حصہ زبان کا بلند نہ ہوگا۔

اطباق: ''ص، ط، ظ، ض'' یہ حروف متّصف ہیں ساتھ اطباق کے، یعنی ان کے ادا کرتے وقت اکثر حصہ زبان کا تالو سے مل جاتا ہے۔

انفتاح: ان چار حرفوں کے سوا باقی حروف انفتاح (2) سے متّصف ہیں، یعنی ان کے ادا کرتے وقت اکثر زبان تالو سے ملتی نہیں۔ یہ صفات جو ذکر کیے گئے متضادہ ہیں، جہر کی ضد ہمس ہے، اور رخو کی ضد شدت ہے، اور استعلاء کی ضد استفال ہے، اور اطباق کی ضد انفتاح ہے۔ تو ہر حرف چار صفتوں کے ساتھ ضرور متّصف ہوگا، باقی صفات کی ضد نہیں ہے۔

---

(1) اس سے مراد جڑ زبان ہے، چنانچہ اس کے بعد کا حصہ تالو سے جدا رہتا ہے، جیسے ''خَالِقُ'' کی خا، بخلاف صفت اطباق کے کہ اس کے ادا کرتے وقت اکثر حصہ زبان کا تالو سے مل جاتا ہے، جیسے ''طَالَ'' کی طا، اس وجہ سے تفخیم استعلاء سے تفخیم اطباق بڑھی ہوئی ہے۔ ۱۲/ابن ضیاء۔

(2) انفتاح اور استفال کے ادا میں یہ فرق ہے کہ استفال تفخیم کو مانع ہے، اور انفتاح کمال تفخیم کو مانع ہے، پس ہر مستفلہ منفتحہ ہے، لیکن ہر منفتحہ مستفلہ نہیں ہے، جیسے ''غین، خا، قاف''۔ ۱۲/ابن ضیاء۔

https://alislami.net

قلقلہ: قلقلہ کے پانچ حرف ہیں، جن کا مجموعہ ''قُطُبُ جَدٍّ'' ہے، مگر قاف میں قلقلہ واجب[1]، باقی چار حرف میں جائز[2] ہے، قلقلہ کے معنی مخرج میں جنبش دینا سختی کے ساتھ۔

تکرار: ''ر''میں صفت تکرار کی ہے، مگر اس سے جہاں تک ممکن ہو احتراز[3] کرنا چاہیے۔

تفشی: ''ش''میں صفت تفشی ہے، یعنی منہ میں صوت پھیلتی ہے۔

استطالہ: ''ض''میں صفت استطالہ[4] ہے۔

---

(1) یعنی قاف میں قلقلہ بالاتفاق قوی ہے، اسی لیے یہ بہ نسبت حرف طب جد کے قاف میں بوجہ استعلاء وقوت شدت کے بہت زیادہ ظاہر ہے۔ ۱۲/ابن ضیاء۔

(2) جائز بمعنی اختیار نہیں بلکہ بمعنی ضعیف ہے، کیوں کہ بہ نسبت قاف کے حروف طب جد میں قلقلہ کم ہے، جیساکہ صاحب الرعایہ کی عبارت سے ظاہر ہے، فرماتے ہیں ''قلقلة القاف اکمل من قلقلة غیرہ لشدة ضغطہ'' پس اس کمی اور ضعف کی طرف کسی نے توجہ کی، اور حروف طب جد میں قلقلہ کا اعتبار کیا، اور کسی نے اس ضعف کی طرف توجہ نہ کی اس وجہ سے قلقلہ کا اعتبار نہ کیا، لیکن حروف طب جد میں قلقلہ کی نفی کسی قول سے ثابت نہیں، لہٰذا جائز کی وجہ سے اس کو عارض سمجھنا یا کبھی ادا کرنا کبھی نہ ادا کرنا جائز نہیں، ہاں اگر سماعت میں اختلاف ہوگا تو اسی ضعف پر محمول کیا جائے گا۔ ۱۲/ابن ضیاء۔

(3) یعنی بجائے ایک را کے کئی رانہ ہونے پائے، اس کو ادا کرتے وقت زبان کو لرزنے سے بچانا چاہیے، اور اس کی آسان ترکیب یہ ہے کہ اس کی صفت توسط کو صحیح طور پر ادا کیا جائے، یعنی را ادا کرتے وقت نہ اتنی سختی ہو کہ بجائے ایک را کے کئی را ہو جائیں، اور نہ اتنی نرمی ہو کہ بجائے را کے واو ہو جائے، نہایت میانہ روی سے را کو ادا کریں، تاکہ صفت توسط اور تکریر بھی ادا ہو جائے۔ ۱۲/ابن ضیاء۔

(4) ضاد کے ادا کرتے وقت آواز مخرج میں دراز ہوگی اسی کا نام صفت استطالہ ہے، اس کے صحت کا معیار یہ ہے کہ اگر دال کی آواز معلوم ہو تو سمجھنا چاہیے کہ صفت استطالت نہیں ادا ہوئی، کیوں کہ دال میں بوجہ شدت حبس صوت ہے جو مانع استطالت ہے، ہاں اگر ظا کی طرح آواز معلوم ہو تو اس وقت اس صفت کا ادا ہونا ممکن ہے جب کہ نوک زبان ظا کی

https://alislami.net

صفیر: اور ”ص، ز، س“ حروف صفیر یہ کہلاتے ہیں۔

غنہ: ”ن، م“ میں ایک صفت یہ بھی ہے کہ ناک میں آواز[1] جاتی ہے۔ اور کسی حرف میں یہ صفت نہیں ہے۔

صفات قویہ وضعیفہ: اور ان صفات متضادہ سے چار صفتیں یعنی جہر، شدت، استعلاء، اطباق قویہ ہیں، باقی ضعیف ہیں۔ اور صفات غیر متضادہ سب قویہ ہیں، تو ہر حرف میں جتنی صفتیں قوت کی ہوں گی، اتنا ہی حرف قوی ہوگا۔ اور جتنی صفتیں ضعف کی ہوں گی اتنا ہی ضعیف ہوگا۔

باعتبار قوت وضعف حرفوں کی تقسیم

حروف کی باعتبار قوت اور ضعف پانچ قسمیں ہیں:

حروف قویہ: (ج، د، ص، غ، ر، ز) قوی ہیں۔

حروف اقویٰ: (ط، ض، ظ، ق) اقویٰ ہیں۔

حروف متوسطہ: اور (ء، ا، ب، ت، خ، ذ، ع، ك) متوسط ہیں۔

حروف ضعیفہ: اور (س، ش، ل، و، ی) ضعیف ہیں۔

حروف اضعف: اور (ث، ح، ن، م، ف، ہ) اضعف ہیں۔

مخرج سے بالکل جدا رہے، حرف ضاد کو ظا کے ساتھ مشابہت تامہ ہے، چنانچہ صاحب الرعایہ فرماتے ہیں: ”وَلَمْ يَخْتَلِفَا فِي السَّمْعِ“ لیکن یہ دلیل تشابہ کی ہے، اس میں عینیت نہ ہونا چاہیے ورنہ لحن جلی لازم آئے گا۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(1) جس کو صفت غنہ کہتے ہیں، یہ غنہ اظہار کی حالت میں بھی پایا جائے گا، بخلاف حرف غنہ کے کہ یہ صرف اخفاء اور ادغام ناقص میں بقدر ایک الف ادا ہوگا۔ کما تقدم فی المخارج۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

https://alislami.net

فائدہ: ہمزہ میں شدت اور جہر کی وجہ سے کسی قدر سختی ہے، مگر نہ اس قدر کہ ناف ہل جائے، ناف سے حروف کو کچھ علاقہ ہی نہیں۔

فائدہ: "ف، ہ" یہ دونوں حرف اضعف الحروف ہیں، نہایت ہی نرمی سے ادا ہونا چاہیے۔

فائدہ: حرف "ع، ح" کے ادا کرتے وقت گلا نہ گھونٹا جائے بلکہ وسط حلق سے نہایت لطافت سے بلا تکلف نکالنا چاہیے۔

چوتھی فصل

ہر حرف کی صفات لازمہ کے بیان میں

نمبر شمار	اشکال حروف	اسمائے صفاتِ لازمہ
(1)	ا	مجہور، رخو، مستفل، منفتح، مدہ، مفخم (1) یا مرقق
(2)	ب	مجہور، شدید، مستفل، منفتح، قلقلہ
(3)	ت	مہموس، شدید، مستفل، منفتح
(4)	ث	مہموس، رخو، مستفل، منفتح
(5)	ج	مجہور، شدید، مستفل، منفتح، قلقلہ

(1) اگرچہ تفخیم اور ترقیق صفت عارض ہے، لیکن ان میں سے حرف کے لیے کوئی نہ کوئی اصل اور لازم ضرور ہے، اسی وجہ سے حرف تردید کے ساتھ بیان فرمایا، پس چوں کہ بعض کے نزدیک تفخیم عارض ہے تو ترقیق اصل ہے، اور بعض کے نزدیک ترقیق عارض ہے تو تفخیم اصل ہے، اور اصل بمنزلہ لازم ہے، اس لیے تفخیم ترقیق کو صفات لازمہ کے نقشہ میں بیان فرمایا تاکہ دونوں قول کا علم ہو جائے۔ ۱۲/ ابن ضیاء عفی عنہ۔

https://alislami.net

(6)	ح	مہموس ، رخو ، مستفل ، منفتح
(7)	خ	مہموس ، رخو ، مستعلیہ ، منفتح ، مفخم
(8)	د	مجہور ، شدید ، مستفل ، منفتح ، مقلقل
(9)	ذ	مجہور، رخو، مستفل، منفتح
(10)	ر	مجہور، متوسط، مستفل، منفتح، تکرار، مفخم یا مرقق
(11)	ز	مجہور، رخو، مستفل، منفتح، صفیر
(12)	س	مہموس، رخو، مستفل، منفتح، صفیر
(13)	ش	مہموس، رخو، مستفل، منفتح، تفشی
(14)	ص	مہموس، رخو، مستعلیہ، مطبق، صفیر، مفخم
(15)	ض	مجہور، رخو، مستعلیہ، مطبق، مستطیل، مفخم
(16)	ط	مجہور، شدید، مستعلیہ، مطبق، مفخم، مقلقل
(17)	ظ	مجہور، رخو، مستعلیہ، مطبق، مفخم
(18)	ع	مجہور، متوسط، مستفل، منفتح
(19)	غ	مجہور، رخو، مستعلیہ، منفتح، مفخم
(20)	ف	مہموس، رخو، مستفل، منفتح
(21)	ق	مجہور، شدید، مستعلیہ، منفتح، قلقلہ، مفخم
(22)	ك	مہموس، شدید، مستفل، منفتح

https://alislami.net

(23)	ل	مجہور، متوسط، مستفل، منفتح، مرقق یا مفخم
(24)	م	مجہور، متوسط، مستفل، منفتح، غنہ
(25)	ن	مجہور، متوسط، مستفل، منفتح، غنہ
(26)	و	مجہور، رخو، مستفل، منفتح، مدہ
(27)	ہ	مہموس، رخو، مستفل، منفتح
(28)	ء	مجہور، شدید، مستفل، منفتح
(29)	ی	مجہور، رخو، مستفل، منفتح، مدہ

پانچویں فصل

صفات ممیزہ (1) کے بیان میں

حروف اگر صفات لازمہ میں مشترک ہوں تو مخرج سے ممتاز ہوتے ہیں، اور اگر مخرج میں متحد ہوں تو صفت لازمہ منفردہ (2) سے ممتاز ہوتے ہیں، جن حرفوں میں تمایز بالمخرج ہے ان کے

---

(1) مشتبہ الصوت حرف یا ایک مخرج کے حرفوں میں جن صفات لازمہ سے امتیاز ہوتا ہے ان کو ممیزہ، بقیہ صفات لازمہ کو غیر ممیزہ کہتے ہیں۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(2) اس سے مراد صفات لازمہ غیر متضادہ ہے، مثلاً بر بنائے مذہب فراء لام، را مخرج میں متحد ہیں، اور صفات لازمہ متضادہ میں مشترک ہیں، اس صورت میں لام سے را کو صفت لازمہ منفردہ یعنی غیر متضادہ تکریر سے امتیاز ہوا، اسی طرح لام نون صفات لازمہ متضادہ اور مخرج میں متحد ہیں، اس وقت لام کو نون سے صفت لازمہ غیر متضادہ غنہ سے امتیاز ہوا، اور عین حا اگرچہ مخرج میں متحد ہیں لیکن صفات لازمہ متضادہ میں سے جہر اور توسط کی وجہ سے عین کو حا سے امتیاز ہے، اس وجہ سے اس پر صفت لازمہ منفردہ کا اطلاق صحیح نہیں، کیوں کہ دو صفتوں کی وجہ سے امتیاز ہوا۔ ۱۲/ ابن ضیاء عفی عنہ۔

https://alislami.net

بیان کرنے کی ضرورت نہیں، البتہ حروف متحدہ فی المخرج کے بیان کرنے کی ضرورت ہے۔

(ا، ء، ہ): میں ''الف'' ممتاز ہے مدیت میں اور ''ء'' ممتاز ہے ''ہ'' سے جہر اور شدت میں، باقی صفات میں یہ دونوں متحد ہیں۔

(ع، ح): ''ح''میں ہمس اور رخاوت ہے ''ع''میں جہر و توسط، باقی میں اتحاد۔

(غ، خ): ''غ''میں جہر ہے، باقی میں اتحاد۔

(ج، ش، ی): ''ج'' میں شدت ہے ''ش'' میں ہمس و تفشی ہے، باقی استفال اور انفتاح میں تینوں مشترک ہیں اور جہر میں ''ج، ی'' ورخاوت میں ''ش، ی''مشترک ہیں۔

(ط، د، ت): شدت میں اشتراک اور ''ط، د'' جہر میں بھی مشترک ہیں، اور ''ت، د''استفال و انفتاح میں مشترک ہیں، اور ''ط''میں اطباق، استعلاء ہے اور ''ت''میں ہمس ہے۔

(ظ، ذ، ث): کا رخاوت میں اشتراک ہے اور ''ظ، ذ''جہر میں اور ''ذ، ث''استفال انفتاح میں مشترک ہیں، اور ''ظ'' میں ممیزہ صفت استعلاء اطباق ہے، اور ''ذ، ث''میں صفت ممیزہ جہر ہمس ہے۔

(ص، ز، س): رخاوت صفیر میں مشترک اور ''ص، س''ہمس میں اور ''ز، س'' استفال وانفتاح میں مشترک ہیں، اور ''ص''میں صفت ممیزہ استعلاء اطباق، اور ''ز، س''میں جہر ہمس ہے۔

https://alislami.net

(ل، ن، ر): جہر، توسط، استفال، انفتاح میں مشترک ہیں، اور "ل، ر" انحراف[1] میں مشترک ہیں، اور ان میں تمایز مخرج سے ہے، اسی واسطے سیبویہ اور خلیل نے ان کا مخرج الگ ترتیب وار رکھا ہے اور فراء نے قرب کا لحاظ کر کے ایک مخرج بیان کیا ہے، دوسرے یہ کہ "ن" میں غنہ ہے، اور "ر" میں تکرار۔

(و، ب، م): جہر، استفال، انفتاح میں مشترک اور "و" کے ادا کرتے وقت شفتین میں کسی قدر انفتاح رہتا ہے، اس وجہ سے اپنے مجانسوں سے ممتاز ہو جاتا ہے، گویا اس میں بھی تمایز بالمخرج ہے، اور "ب" میں شدت اور قلقلہ اور "م" میں توسط اور غنہ ممیزہ ہے، اور "ض، ظ" میں جہر، رخاوت، استعلاء، اطباق ہے، اور "ض" میں استطالہ ہے، اور ممیز مخرج ہے، مگر اشتراک صفات ذاتیہ کی وجہ سے فرق کرنا اور ایک دوسرے سے ممتاز کرنا ماہرین کا کام ہے، اور ماہر کے فرق کو ماہر ہی خوب سمجھتا ہے۔[2]

---

(1) یعنی منحرف ہونا پھرنا، صفات لازمہ میں سے یہ بھی ایک صفت ہے جو لام را دونوں میں پائی جاتی ہے، اس طرح کہ لام کے ادا کرتے وقت آواز را کی مخرج کی طرف پھرتی ہے، اور را کے ادا کرتے وقت آواز لام کے مخرج کی طرف پھرتی ہے، کیوں کہ تحقیق یہی ہے کہ ہر حرف کا مخرج جداگانہ ہے۔ لیکن فراء نے بوجہ شدت قرب دونوں کا ایک ہی مخرج بیان کیا ہے۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(2) (ا) فائدہ: حرف ضاد ضعیف کو ابن الحاجب نے جو کہ امام شاطبی کے شاگرد ہیں شافیہ میں حروف مستہجنہ سے لکھا ہے، اور امام رضی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: "قال السیرافی انہا فی لغۃ قوم لیس فی لغتہم ضاد فاذا احتاجوا الی التکلم بہا فی العربیۃ اعتاصت علیہم فربما اخرجوھا ظاء لاخراجہم ایاھا من طرف للسان واطراف الثنایا وربما تکلفوا اخراجھا من مخرج الضاد فلم یتات لہم فخرجت بین الضاد والظاء"۔ شافیہ اور اس کی شرح سے بعض متاخرین نیز روافض و غیر مقلدین کی تردید ہوگئی، جو کہ قائل ہیں کہ ظا و ضاد میں اشتراک صفات ذاتیہ کی وجہ سے حرف ضاد مثل ظا کے مسموع ہوتا ہے، بلکہ ان میں فرق کرنا نہایت دشوار ہے، لہٰذا اگر ضاد کی جگہ ظا پڑھی جائے تو کچھ حرج نہیں، کیوں کہ اشتراک کو تشابہ لازم نہیں،

https://alislami.net

اس واسطے کہ جیم و دال بھی جمیع صفات میں مشترک ہیں، مگر تخالف مخرج کی وجہ سے دونوں کی صوت میں بالکل تباین ہے، اصلاً تشابہ نہیں اور ضاد اور ظامیں تخالف مخرج موجود ہے، مگر چوں کہ مخرج ضاد کا اکثر حافۂ لسان مع اضراس اور مخرج ظا کا طرف لسان مع طرف ثنایا علیا ہے، اور پھر ان دونوں حرفوں میں استعلاء اطباق ہے، اس وجہ سے ان میں تقارب ہوگیا، پھر صفت رخاوت کی وجہ سے ان میں تشابہ صوتی پیدا ہوگیا یہ وجہ ہے تشابہ کی بخلاف جیم و دال کے کہ ان میں یہ وجوہ نہیں، اب تشابہ ضاد، ظامیں ثابت ہوگیا، مگر ایسا تشابہ کہ حرف ضاد قریب حرف ظا کے مسموع ہو اس طرح کا تشابہ ممنوع ہے، اسی کو ابن حاجب اور رضی نے مستھجن لکھا کیوں کہ باعث تشابہ صفت رخاوت ہے، اور یہ صفت ضاد میں بہ نسبت ظا کے ضعیف ہوگئی اس واسطے کہ ضاد میں صفت اطباق کی بہ نسبت ظا کے قوی ہے اور لا محالہ جتنی صفت اطباق قوی ہوگی اتنی ہی صفت رخاوت میں ضعف پیدا ہوگا، کیوں کہ اطباق محکم منافی رخاوت ہے۔ دوسری وجہ ضعف رخاوت یہ ہے کہ ضاد کا مخرج مجری صوت و ہوا سے ایک کنارے واقع ہوا ہے، بخلاف مخرج ظا کے کہ وہ محاذات میں واقع ہے، اسی وجہ سے ظامیں رخاوت قوی ہے، اور جب رخاوت قوی ہوئی تو لا محالہ اطباق ضعیف ہوگا، ماحصل یہ کہ جب ضاد کو اپنے مخرج سے مع جمیع صفات ادا کیا جائے گا تو اس وقت اس کی صوت اہل عرب کے ضاد کی صوت سے جو آج کل مروج ہے مشابہ ہوگی، اور ظا کے ساتھ بھی تشابہ ہوگا، مگر کم درجہ میں، اس واسطے کہ ضاد میں اطباق و تفخیم بہ نسبت ظا کے زیادہ ہے، کیوں کہ رخاوت ظا کی بہ نسبت ضاد کے قوی ہے، اور رخاوت و اطباق میں تقابل ہے، ایک قوی ہوگی دوسری ضعیف ہوگی، اب اگر ضاد میں صفت رخاوت زیادہ ہوجائے گی تو شبہ بظاہر ہوجائے گا، اور اسی کو صاحب شافیہ اور رضی نے مستھجن لکھا ہے، اور اگر اطباق قوی ادا کیا جائے گا مع رخاوت کے تو اشبہ بضاد مروج بین العرب ادا ہوگا، اور کسی قدر ظا کے ساتھ بھی مشابہ ہوگا، بعض کتب تفسیر و تجوید میں جو ضاد و ظا کو متشابہ الصوت لکھا ہے، اس سے یہی مراد ہے، نہ یہ کہ ظا مسموع ہو، اب تعارض بھی نہیں رہا، اب؛

سوال یہ ہوتا ہے کہ بعض قراءِ عجم اہل عرب کو کہتے ہیں کہ ضاد کی جگہ دال مفخم پڑھتے ہیں؟

جواب یہ ہے کہ دال مفخم کوئی حرف ہی نہیں، اس واسطے کہ دال کی صفت ذاتی استفال انفتاح اور مخرج طرف لسان اور جڑ ثنایا علیا ہے، اور اہل عرب ضاد کو اپنے مخرج مع استعلاء اطباق کے عموماً ادا کرتے ہیں، اور ایک حرف دوسرے مخرج مباین سے ادا ہی نہیں ہوتا اور جب صفات ذاتیہ بھی بدل گئیں تو دال اسے نہیں کہہ سکتے، اصل میں وہ ضاد ہے مگر صفت رخاوت جو قلت اور ضعف کے ساتھ اس میں پائی جاتی تھی وہ اکثر عرب سے شاید ادا نہ ہوتی ہو، غایۃ مافی الباب یہ لحن خفی ہوگا، اور ظا خالص اور دال خالص یا دال کو اپنے مخرج سے پُر کرکے پڑھنا یہ لحن جلی ہے، کیوں کہ پہلی صورت میں صرف ایک صفت جو کہ نہایت کمزور درجہ میں تھی اس کا ابدال یا انعدام ہوا ہے، باقی صورتوں میں ابدال حرف بہ حرف آخر لازم آتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۲/ منہ۔

https://alislami.net

باب دوم

پہلی فصل

تفخیم اور ترقیق کے بیان میں

باعتبار تفخیم وترقیق حرفوں کی تقسیم: حروف مستعلیہ ہمیشہ [1] ہر حال [2] میں پُر پڑھے جائیں گے، اور حروف مستفلہ سب باریک پڑھے جاتے ہیں، مگر "الف" اور اللہ کا "لام" اور "را" کہیں باریک اور کہیں پُر ہوتے ہیں۔

الف کی تفخیم وترقیق: الف کے پہلے پُر حرف ہوگا تو الف بھی پُر ہوگا، اور اس کے پہلے کا حرف باریک ہوگا تو الف بھی باریک ہوگا۔

تفخیم لام اسم جلالہ: اور اللہ کے لام کے پہلے زبر یا پیش ہو تو پُر [3] ہوگا، مثل "وَاللّٰهُ، اَللّٰهُ، رَفَعَهُ اللّٰهُ" اگر اس کے پہلے زیر ہو تو باریک ہوگا، مثل "لِلّٰهِ"۔

"را" کے قواعد: "را" متحرک کا حکم: "را" متحرک ہوگی یا ساکن، اگر متحرک ہے تو فتحہ اور ضمہ کی حالت میں پُر ہوگی اور کسرہ کی حالت میں باریک ہوگی، مثل "رَعْدٌ، رُزِقُوْ،

---

(1) یعنی حروف مستعلیہ کسی حرف مرقق کے اثر سے بھی باریک نہیں ہوتا، جیسے "وَسِيْقَ" بخلاف حرف مستفلہ مثل را وغیرہ کے جیسے "فِرْقَةٍ" کہ باوجود مستفلہ اور ماقبل کسرہ لازمہ کے محض حرف مفخم کے اثر سے را پُر ہوگی۔ ۱۲/ابن ضیاء۔

(2) یعنی حروف مستعلیہ کسی حرکت کے اثر سے بھی باریک نہیں ہوتا، مثل "ظِلٍ" وغیرہ کے بخلاف حرف مستفلہ مثل لام وغیرہ کے جیسے "اَللّٰهُمَّ" اور "رَبِّ، رُبَمَا" کہ زبر اور پیش کے اثر سے پُر ہو گیا۔ ۱۲/ابن ضیاء۔

(3) یعنی لفظ "اَللّٰهُ" کے دونوں لام پُر ہوں گے اور ماقبل زیر ہو تو دونوں لام باریک ہوں گے۔ ۱۲/ابن ضیاء۔

https://alislami.net

رِزْقًا"۔

"را" ساکن کا حکم: اور اگر "را" ساکن ہے تو اس کے ماقبل متحرک ہوگا یا ساکن، اگر ماقبل متحرک ہے تو فتحہ اور ضمہ کی حالت میں پُر ہوگی، اور کسرہ کی حالت میں باریک ہوگی، مثل "یُرْزَقُوْنَ، بَرْقٌ، شِرْعَةً"۔

مگر جب "را" ساکن کے ماقبل کسرہ دوسرے کلمہ میں ہو تو مثل "رَبِّ ارْجِعُوْنِ" یا کسرہ عارضی ہو مثل "اَمِ ارْتَابُوْا، اِنِ ارْتَبْتُمْ" یا "را" ساکن کے بعد حرف استعلاء کا اسی کلمہ میں ہو جس کلمہ میں "را" ہے، تو یہ "را" باریک نہ ہوگی بلکہ پُر ہوگی، مثل "قِرْطَاسٍ، فِرْقَةٍ" اور "فِرْقٍ" میں خُلف [1] ہے۔

"را" ساکن ماقبل ساکن: اور اگر "را" موقوفہ بالاسکان یا بالاشمام [2] کے ماقبل سوائے "ی" کے اور کوئی حرف ساکن ہو تو اس کا قبل دیکھا جائے گا، اگر مفتوح یا مضموم ہے تو "را" پُر ہوگی، مثل "الْقَدْرِ، اَلْاُمُوْرُ" اور اگر مکسور ہے تو "را" باریک ہوگی، مثل

---

(1) یعنی "کُلُّ فِرْقٍ" میں پُر اور باریک دونوں جائز ہیں، خلف کا اطلاق دو متضاد وجہوں پر ہوتا ہے۔ پس اگر یہ دو وجہیں کل قراء سے ثابت ہوں تو خلف جائز ہے، ورنہ خلف واجب۔ لیکن خلف جائز میں دونوں وجہیں بسبیل تخییر ہوتی ہیں، یہ بات خلف واجب میں نہیں ہے، یہاں لفظ "فِرْقٍ" میں خلف جائز ہے، اس میں خلف ہونے کی وجہ علامہ جزری رَحْمَۃُ اللہِ تعالیٰ عَلَیْہِ بیان فرماتے ہیں "وَالْخُلْفُ فِیْ فِرْقٍ لِکَسْرٍ یُّوْجَدُ" یعنی کسرہ کی وجہ سے "فِرْقٍ" میں خلف پایا گیا، ورنہ اگر را ساکن بین الکسرتین واقع نہ ہوتی تو پُر ہونے کے بارے میں اختلاف نہ ہوتا، جیسے "فِرْقَةٍ"، لیکن "کُلُّ فِرْقٍ" کے قاف کا کسرہ بوجہ وقف زائل ہو جائے جب بھی دونوں وجہیں جائز ہیں، چاہے پُر پڑھی جائے یا باریک، اس لیے کہ کسرہ لازمی ہے اور وقف عارضی ہے۔ ۱۲/ابن ضیاء۔

(2) یعنی موقوف علیہ مضموم کو ساکن کر کے ہونٹوں سے ضمہ کی طرف اشارہ کرنا۔ ۱۲/ابن ضیاء عفی عنہ۔

https://alislami.net

''حِجْرٍ'' کے، اگر ساکن ''ی'' ہو تو باریک ہوگی، جیسے: ''خَیْرٌ، ضَیْرَ، خَبِیْرٌ، قَدِیْرٌ''

''را'' **مُرَامَۃ کا حکم**: را مرامہ یعنی موقوفہ بالروم[1] اپنی حرکت کے موافق پڑھی جائے گی۔

اور ''را'' **مُمَالَۃ کا حکم**: را ممالہ[2] باریک ہی پڑھی جائے گی، مثل ''مَجْرِیھَا''۔

فائدہ: را مشددہ کا حکم: ''را'' مشددہ حکم میں ایک را کے ہوتی ہے، جیسی حرکت ہوگی اسی کے موافق پڑھی جائے گی، پہلی دوسری کی تابع[3] ہوگی۔

فائدہ: حروف مفخمہ میں تفخیم ایسی افراط سے نہ کی جائے کہ وہ حرف مشددہ سنائی دے، یا کسرہ مشابہ فتحہ کے یا فتحہ مشابہ ضمہ کے یا مفخم حرف کے بعد الف ہے تو وہ ''واو'' کی طرح ہو جائے۔

مراتب تفخیم: تفخیم میں مراتب ہیں:

(1) حرف مفخم مفتوح جس کے بعد الف ہو تو اس کی تفخیم اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے، مثل ''طَالَ''۔

---

(1) یعنی موقوف علیہ مضموم اور مکسور کی حرکت کو ضعیف اور خفیف کرنا، مگر اس صورت میں حرکت کو قریب سننے والا صاف محسوس کر سکے، یعنی حرکت مہمل نہ ہونے پائے، جس سے ضمہ کسرہ کے مشابہ یا کسرہ ضمہ کے مشابہ ہو جائے، یہ سخت غلطی ہے، اکثر خیال نہ کرنے سے یہ غلطی ہو جاتی ہے۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(2) یعنی جس را میں امالہ کیا جائے امالہ کے وقت زبر زیر کی طرف اور الف یا کی طرف مائل ہوگا، اسی زیر اور یا کے اثر سے را ممالہ باریک ہوگی۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(3) حکم وصل کا ہے اور بحالت وقف دوسری پہلی کے تابع ہے، جب کہ روم نہ کیا جائے، جیسے ''مُسْتَقِرٌّ'' اس لیے کہ روم بوجہ اظہار حرکت حکم وصل کا رکھتا ہے۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

https://alislami.net

(2) اس کے بعد مفتوح جو الف کے قبل نہ ہو، مثل ''اِنْطَلِقُوْا''۔

(3) اس کے بعد مضموم، مثل ''مُحِیْطٌ''۔

(4) اس کے بعد مکسور، مثل ''ظِلٍّ، قِرْطَاسٍ'' اور ساکن مفخم ماقبل کی حرکت کے تابع ہے، مثل ''یَقْطَعُوْنَ، یُرْزَقُوْنَ، مِرْصَادًا'' اب معلوم ہوا کہ حرف مفخم کے فتحہ کو مانند ضمہ کے اور اس کے مابعد کے الف کو مانند ''واو'' کے پڑھنا بالکل خلاف اصل ہے، ایسا ہی حرف مرقق کے فتحہ کو اس قدر مرقق کرنا کہ مانند امالہ صغریٰ[1] کے ہو جائے، یہ خلاف قاعدہ ہے، یہ افراط و تفریط کلام عرب میں نہیں ہے، یہ اہل عجم کا طریقہ ہے۔

دوسری فصل

نون ساکن اور تنوین کے بیان میں

نون ساکن اور تنوین کے چار حال ہیں:

(۱) اظہار (۲) ادغام (۳) قلب (۴) اخفاء

اظہار حلقی: حرف حلقی نون ساکن اور تنوین کے بعد آئے تو اظہار[2] ہو گا، مثل ''یَنْعِقُ، عَذَابٌ اَلِیْمٌ''۔

---

(1) لفظ ''مَجْرِیھَا'' میں جو امالہ ہوتا ہے اس کو امالہ کبریٰ کہتے ہیں، اور امالہ کی ضد کو فتح کہتے ہیں، پس فتح کو امالہ کی طرف مائل کرنے کو امالہ صغریٰ کہتے ہیں، لیکن روایت حفص میں امالہ صغریٰ نہیں ہے۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(2) اظہار کے معنی ہیں، حرف کو مخرج اور جملہ صفات لازمہ سے ادا کرنا۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

https://alislami.net

ادغام: اور جب نون ساکن اور تنوین کے بعد "یَرْمَلُوْنَ" کے حروف میں سے کوئی حرف آئے تو ادغام(1) ہوگا مگر "لام، را" میں ادغام بلا غنہ ہوگا، اور ادغام بالغنہ(2) بھی نون ساکن اور تنوین میں ثابت ہے، مگر نون ساکن میں یہ شرط ہے کہ مقطوع(3) یعنی مرسوم ہو، اور اگر موصول ہے یعنی مرسوم(4) نہیں ہے تو غنہ جائز نہیں، باقی حروف میں بالغنہ ہوگا، مثل "مَنْ يَّقُوْلُ، مِنْ وَّالٍ، هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ، مِنْ رَّبِّهِمْ"۔

اظہار مطلق: چار لفظ یعنی "دُنْيَا، قِنْوَانٌ، بُنْيَانٌ، صِنْوَانٌ" ان میں ادغام نہ ہوگا، اظہار ہوگا۔

اقلاب: اور جب نون ساکن اور تنوین کے بعد "ب" آئے تو نون ساکن اور تنوین کو میم سے(5) بدل کر اخفاء مع الغنہ کریں گے، مثل "مِنْ بَعْدِ، صُمٌّ بُكْمٌ"۔

اخفاءِ حقیقی: باقی پندرہ حرفوں میں اخفاء مع الغنہ(6) ہوگا "تُنْفِقُوْنَ، اَنْدَادًا" وغیرہ کے۔

---

(1) ادغام کے معنی ہیں، پہلے حرف ساکن کو دوسرے حرف متحرک میں ملا کر مشدد پڑھنا۔ ۱۲/ابن ضیاء۔

(2) مثل "مِنْ لَّدُنَّا" وغیرہ کے، اس کتاب میں روایت حفص کے مسائل بطریق طیبہ بیان کیے گئے ہیں، جو طریق شاطبی کو بھی شامل ہے، اس وجہ سے پہلے طریق شاطبی کے مسائل بیان کیے گئے، اس کے بعد لفظ بھی سے دوسرے طریق جزری کی طرف اشارہ فرمایا، وقس علی هٰذا ما بعدها۔ ۱۲/ابن ضیاء۔

(3) یعنی لام سے پہلے نون لکھا ہو، جیسے سورۂ ہود میں ثانی "اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ"۔ ۱۲/ابن ضیاء۔

(4) جیسے سورۂ ہود میں پہلا "اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ"۔ ۱۲/ابن ضیاء۔

(5) اس قاعدہ کو قلب یا اقلاب کہتے ہیں۔ ۱۲/ابن ضیاء۔

(6) یعنی نہ ایسا اظہار ذات ہو کہ نون سنائی دے، اور نہ ایسا ادغام ہو کہ تشدید سنائی دے، بلکہ دونوں کی درمیانی حالت سے اس طرح ادا کیا جائے کہ ستر ذات کامل ہو، البتہ میم مخفاۃ اپنے مخرج سے ضعیف ادا ہوگی، اسی وجہ سے اس کے اخفاء میں ستر ذات کامل نہیں ہوتا۔ ۱۲/ابن ضیاء۔

https://alislami.net

تیسری فصل

میم ساکن کے بیان میں

میم ساکن کے تین حال ہیں:

(۱)ادغام (۲)اخفاء (۳)اظہار

ادغامِ شفوی: میم ساکن کے بعد دوسری میم آئے تو ادغام ہوگا، مثل ''اَمْ مَّنْ''۔

اخفاءِ شفوی: اور اگر میم ساکن کے بعد ''ب'' آئے تو اخفاء ہوگا، اور اظہار بھی جائز ہے، بشرطیکہ میم منقلب[1] نون ساکن اور تنوین سے نہ ہو، مثل ''وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ''۔

اظہار شفوی: باقی حروف میں اظہار ہوگا، مثل ''عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ، كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ''۔

فائدہ: بوف[2] کا قاعدہ جو مشہور ہے، یعنی میم ساکن کے بعد ''ب'' آئے تو اخفاء ہوگا اور ''و، ف'' آئے تو اظہار اس طرح کیا جائے کہ میم کے سکون میں حرکت کی بو آجائے، یہ اظہار بالکل بے اصل ہے، بلکہ میم کا سکون بالکل تام ہونا چاہیے، حرکت کی ہوا[3] بھی نہ لگے۔

---

(1) میم نون سے بدل کر آئی ہو۔ ۱۲/ابن ضیاء۔

(2) چوں کہ میم ساکن کا اخفاء نزدیک ''با، واو، فا'' کے زیادہ مشہور ہے، اس لیے لفظ مرکب کر کے بُوف کے ساتھ اطلاق ہوتا ہے، اگرچہ نزدیک واو اور فا کے اخفاء جائز نہیں، جیسا کہ علامہ جزری فرماتے ہیں ''واحذر لدی واو وفاء ان تختفی'' یعنی واو اور فا کے نزدیک میم ساکن آئے تو اخفاء کرنے سے بچو۔ ۱۲/ابن ضیاء۔

(3) مثل ''هُمْ فِيْهَا'' کے، میم ساکن پر حرکت آجانے سے لحن جلی لازم آئے گا، اور اگر خفیف اور ضعیف حرکت ظاہر ہوئی جس کو ہوا کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے تو لحن خفی لازم آئے گا۔ ۱۲/ابن ضیاء۔

(☆) اگر حروف حلقی آئے گا تو اظہار ہوگا، جیسے: اَنْعَمْتَ۔ ۱۲

https://alislami.net

چوتھی فصل

حرف غنہ کے بیان میں

نون میم مشدد ہو تو غنہ ہوگا، ایسے ہی نون ساکن اور تنوین کے آگے سوائے حرف (☆) حلقی اور ''لام، را'' کے جو حرف آئے گا غنہ ہوگا، ایسے ہی میم ساکن کے بعد ''ب'' آئے تو اخفاء کی حالت میں غنہ ہوگا، غنہ کی مقدار ایک الف ہے۔

پانچویں فصل

ہائے ضمیر کے بیان میں

ہائے ضمیر کا اعراب:

قاعدہ (۱): ہائے ضمیر کے ماقبل کسرہ یا یائے ساکنہ ہو تو ہائے ضمیر مکسور ہوگی، مثل ''بِهٖ وَاِلَيْهِ'' کے، مگر دو جگہ مضموم ہوگی، ایک ''وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ'' سورۂ کہف میں، دوسرے ''عَلَيْهُ اللّٰهَ'' سورۂ فتح میں، اور دو لفظ میں ساکن ہوگی، ایک تو ''اَرْجِهْ'' اور دوسرا ''فَاَلْقِهْ''۔

قاعدہ (۲): اور جب ضمیر کے ماقبل نہ کسرہ ہو نہ یائے ساکنہ تو مضموم ہوگی، مثل ''لَهٗ، رَسُوْلُهٗ، مِنْهُ، اَخَاهُ، رَاَيْتُمُوْهُ'' مگر ''وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ'' میں مکسور ہوگی۔

ہاءِ ضمیر کا صلہ:

قاعدہ (۳): اور جب ہائے ضمیر کے ماقبل اور مابعد متحرک ہو تو ضمیر کی حرکت اشباع[1] کے ساتھ پڑھی جائے گی، یعنی اگر ضمیر پر ضمہ ہو تو اس کے مابعد واو ساکن زائد ہوگا، اگر

(1) یعنی پیش کو بقدر واو مدہ اور زیر کو بقدر یا مدہ بڑھا کر پڑھنا، پس اگر ہائے ضمیر میں اشباع کے بعد ہمزہ پڑھا جائے تو

https://alislami.net

ضمیر پر کسرہ ہے تو اس کے مابعد یائے ساکنہ زائد ہوگی، مثل ''مِنۡ رَّبِّهٖ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ، وَرَسُوۡلُهٗۤ اَحَقُّ''، مگر ایک جگہ اشباع نہ ہوگا، یعنی ''وَاِنۡ تَشۡكُرُوۡا يَرۡضَهُ لَكُمۡ'' اس کا ضمہ غیر موصولہ (1) پڑھا جائے گا۔

قاعدہ: (۴) اور اگر ماقبل یا مابعد ساکن ہو تو اشباع نہ ہوگا، مثل ''مِنۡهُ، وَيُعَلِّمُهُ الۡكِتَابَ''، مگر ''فِيۡهٖ مُهَانًا'' جو سورۂ فرقان میں ہے، اس میں اشباع ہوگا۔

چھٹی فصل

ادغام کے بیان میں

باعتبار علت: ادغام تین (2) قسم پر ہے:

(۱) مثلین (۲) متجانسین (۳) متقاربین

مثلین: اگر حرف مکرر میں ادغام ہوا ہے تو ادغام مثلین کہلائے گا، مثل ''اِذۡ ذَّهَبَ''۔

متجانسین: اور اگر ادغام ایسے دو حرفوں میں ہوا ہے جن کا مخرج ایک گنا جاتا ہے، تو اس ادغام کو ادغامِ متجانسین کہتے ہیں، مثل ''وَقَالَتۡ طَّآئِفَةٌ''۔

متقاربین: اور اگر ادغام ایسے دو حرفوں میں ہوا ہے کہ وہ دو حرف نہ مثلین ہیں نہ متجانسین، تو ادغام متقاربین کہلائے گا، مثل ''اَلَمۡ نَخۡلُقۡكُّمۡ''۔

مد منفصل کے قاعدے سے اس میں مد بھی ہوگا، اگرچہ حرف مد لکھا ہوا نہیں ہے۔ ۱۲/ابن ضیاء۔

(1) یعنی ''يَرۡضَهُ لَكُمۡ'' میں صلہ اور اشباع نہ ہوگا۔ ۱۲/ابن ضیاء۔

(2) یہ تین قسمیں محل اور مخرج کے اعتبار سے ہیں۔ ۱۲/ابن ضیاء۔

https://alislami.net

باعتبار کیفیت ادغام کی تقسیم: پھر ادغام متجانسین اور متقاربین دو قسم[1] پر ہے:

(1)تام (2)ناقص

(1)تام: اگر پہلے حرف کو دوسرے حرف سے بدل کر ادغام کیا ہے تو ادغام تام کہلائے گا، مثل ''قُلْ رَّبِّ'' اور ''قَالَتْ طَّآئِفَةٌ، عَمَّا (یہ اصل میں عَنْ مَا تھا)۔

(2)ناقص: اور اگر پہلے حرف کی کوئی صفت باقی ہے تو ادغام ناقص ہوگا، مثل ''مَنْ یَّقُوْلُ، مِنْ وَّالٍ'' اور ''بَسَطْتَّ، اَحَطْتُّ'' کے۔

حکم ادغام: مثلین اور متجانسین کا پہلا حرف جب ساکن ہو تو ادغام واجب ہے، مثل ''اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرِ، وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ، عَبَدْ تُّمْ، اِذْ ظَّلَمُوْا، اِذْ ذَّهَبَ، قَدْ تَّبَیَّنَ، قَدْ دَّخَلُوْا، قُلْ رَّبِّ، بَلْ رَّفَعَهُ'' اور ''یَلْهَثْ ذّٰلِكَ، یٰبُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا'' میں اظہار بھی ثابت ہے۔

موانع ادغام: (۱) اور جب دو ''واو'' اور دو ''یا'' جمع ہوں اور پہلا حرف مدہ ہو، مثل ''قَالُوْا وَهُمْ، فِیْ یَوْمٍ'' تو ادغام نہ ہوگا۔

(۲) ایسے ہی حرف حلقی کسی حرف غیر حلقی میں مثل ''لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا'' اور اپنے مجانس میں، مثل ''فَاصْفَحْ عَنْهُمْ''[2] مدغم نہ ہوگا، اور اپنے مماثل میں مدغم ہوگا، مثل

---

(1) یہ دو قسمیں کیفیت ادغام کے اعتبار سے ہیں۔ ۱۲/ابن ضیاء۔

(2) ادغام کی علت رفع ثقل ہے، لیکن جب کہیں ادغام سے ثقل ہوتا ہے تو پھر ادغام نہیں ہوتا۔ ۱۲/ابن ضیاء عفی عنہ۔

https://alislami.net

''یُوَجِّهْهُ، مَالِیَهْ هَّلَكَ''۔

(۳) ایسے ہی لام کا ادغام ''ن'' میں نہ ہوگا، مثل ''قُلْنَا''۔

فائدہ: اظہار قمریہ: لام تعریف اگر ان چودہ ۱۴/ حرف کے قبل آئے تو اظہار ہوگا، اور چودہ ۱۴/ حرف یہ ہیں ''اِبْغِ حَجَّكَ وَخَفْ عَقِيْمَهْ'' اور ان کو حروف قمریہ کہتے ہیں، جیسے ''اَلْـٰٔنَ، اَلْبُخْلِ، اَلْغُرُوْرُ، اَلْحَسَنَةَ، بِالْجُنُوْدِ، اَلْكَوْثَرَ، اَلْوَاقِعَةُ، اَلْخَآئِنِيْنَ، اَلْفَآئِزُوْنَ، اَلْعُلٰى، اَلْقَانِتِيْنَ، اَلْيَوْمَ، اَلْمُحْصَنَاتِ، اَلْهُدٰى''۔

ادغام شمسیہ: باقی چودہ حرفوں میں ادغام کیا جائے گا، جن کو حروف شمسیہ کہتے ہیں، جیسے: ''وَالصّٰٓفّٰتِ، وَالذّٰرِيٰتِ، اَلثَّاقِبُ، اَلدَّاعِ، اَلتَّآئِبُوْنَ، اَلزَّانِيْ، اَلسَّآئِلِيْنَ، اَلرَّحْمٰنُ، اَلشَّمْسُ، وَلَا الضَّآلِّيْنَ، اَلطَّارِقُ، اَلظّٰلِمِيْنَ، اَللّٰهُ، اَلنَّجْمُ''۔

فائدہ: نون ساکن اور تنوین کا ادغام ''ی'' اور ''واو'' میں، اور ''ط'' کا ادغام ''ت'' میں ناقص ہوگا، اور ''اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ'' میں ادغام ناقص بھی جائز ہے، مگر ادغام تام اولیٰ ہے، اور ''نٓ وَالْقَلَمِ'' اور ''يٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ'' میں اظہار ہوگا، اور ادغام بھی ثابت ہے۔

فائدہ: ''عِوَجًا ۜ قَيِّمًا'' سورۂ کہف میں، اور ''مَنْ ۜ رَاقٍ'' سورۂ قیامہ میں، اور ''بَلْ ۜ رَانَ'' سورۂ مطففین میں اظہار ہوگا سکتہ (1) کی وجہ سے، ایک جگہ حفص رَحْمَةُ اللهِ تعالیٰ عَلَيْهِ کی روایت میں اور بھی سکتہ ہے، یعنی ''مِنْ مَّرْقَدِنَا'' سورۂ یٰسٓ میں، اور چوں کہ

(1) سکتہ کے معنی ہیں بلا سانس توڑے ہوئے آواز بند کر کے تھوڑا ٹھہرنا۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

https://alislami.net

سکتہ ایک لحاظ سے حکم وقف (1) کا رکھتا ہے، اس وجہ سے ''عِوَجًا'' کی تنوین کو الف سے بدل دیا جائے، اور حفص کی روایت میں ترکِ (2) سکتہ بھی ان مواضع میں ثابت ہے، تو اس وقت موضع اول میں اخفاء ہوگا، اور ثانیین (☆) میں ادغام ہوگا۔

فائدہ: مشدد حرفوں میں دیر دو حرف کی ہوتی ہے۔

فائدہ: جب دو حرف مثلین غیر مدغم ہوں تو ہر ایک کو خوب ظاہر کر کے پڑھنا چاہیے۔ مثل ''بِاَعْيُنِنَا، بِشِرْكِكُمْ، يُحْيِ، دَاوٗدَ'' ایسا ہی متقاربین متّصل ہوں یا قریب قریب ہوں اور ادغام نہ کیا جائے تب بھی خوب ہر ایک کو صاف پڑھنا چاہیے، مثل ''قَدْ جَآءَ، قَدْ ضَلُّوْا، اِذْ تَقُوْلُ، اِذْ زَيَّنَ'' ایسا ہی جب دو حرف ضعیف جمع ہوں، مثل ''جِبَاهُهُمْ'' یا قوی حرف کے قریب ضعیف حرف ہو، مثل ''اِهْدِنَا'' یا دو حرف مفخم متّصل یا قریب ہوں، مثل ''اَلْمُضْطَرَّ، صَلْصَالٍ'' یا دو حرف مشدد قریب یا متّصل ہوں، مثل ''ذُرِّيَّتَهٗ، اَلْمُطَّهِّرِيْنَ، مِنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى، لُجِّيٍّ يَّغْشٰهُ، وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ'' ایسا ہی دو حرف متشابہ الصوت جمع ہوں، مثل ''صاد سین، ط ت، ض ظ ذ، ق ک'' تو ہر ایک کو ممتاز کر کے پڑھنا چاہیے اور جو صفت جس کی ہے، اس کو پورے طور سے ادا کرنا چاہیے۔

---

(1) یعنی متحرک کو ساکن کرنا اور دو زبر کی تنوین کو الف سے بدلنا۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(2) یعنی علامہ جزری رَحْمَۃُ اللہِ تعالٰی عَلَیْہِ کے دوسرے طریق سے بروایت حفص رَحْمَۃُ اللہِ تعالٰی عَلَیْہِ ان مواضعات میں ترک سکتہ بھی ہے، اور پہلا طریق جو طریق شاطبی کے موافق ہے اس سے انہیں مواضعات اربعہ میں سکتہ واجب ہے، ان کے علاوہ روایت حفص رَحْمَۃُ اللہِ تعالٰی عَلَیْہِ سے سکتہ معنوی کہیں نہیں ثابت۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(☆) ثانیین سے مراد ''مَنْ رَاقٍ'' اور ''بَلْ رَانَ'' ہیں۔ ۱۲

https://alislami.net

ساتویں فصل

ہمزہ کے بیان میں

اجتماع ہمزتین کے قواعد:

قاعدہ (۱): جب دو ہمزہ متحرک جمع ہوں اور دونوں قطعی [1] ہوں تو تحقیق سے یعنی خوب صاف طور سے پڑھنا چاہیے، مگر ''ءَ اَعۡجَمِیٌّ'' جو سورۂ حٰمٓ سجدہ میں ہے، اس کے دوسرے ہمزہ میں تسہیل ہوگی۔ [2]

قاعدہ (۲): اور اگر پہلا ہمزہ استفہام ہے اور دوسرا ہمزہ وصلی مفتوح ہے تو جائز ہے دوسرے ہمزہ میں تسہیل اور ابدال، مگر ابدال اولیٰ ہے، اور یہ چھ جگہ ہے: ''آٰلۡـٰٔنَ'' سورۂ یونس میں دو جگہ ''آٰلذَّكَرَيۡنِ'' سورۂ انعام میں دو جگہ ہے ''آٰللّٰهُ'' دو جگہ ہے، ایک سورۂ یونس میں، دوسرا سورۂ نمل میں ہے۔

قاعدہ (۳): اور جب پہلا ہمزہ استفہام کا ہو اور دوسرا ہمزہ وصلی مفتوح نہ ہو، تو یہ دوسرا ہمزہ حذف کیا جائے گا، مثل ''اَفۡتَرٰی عَلَى اللّٰهِ، اَصۡطَفَى الۡبَنَاتِ، اَسۡتَكۡبَرۡتَ'' اور فتحہ کی حال میں جو حذف نہیں ہوتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں التباس [3] انشاء کا خبر کے ساتھ ہو جائے گا، اور چوں کہ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوتا ہے، اس وجہ سے اس میں تغیر کیا جاتا ہے، اسی وجہ سے ابدال اولیٰ ہے، کیوں کہ اس میں تغیر تام ہے، بخلاف تسہیل کے۔

---

(1) جس کو ہمزۂ اصلی بھی کہتے ہیں، یہ ہمزہ وصل میں حذف نہیں ہوتا، پس جو ہمزہ وصل میں حذف ہو جائے اس کو وصلی اور عارضی بھی کہتے ہیں۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(2) یعنی دوسرے ہمزہ کو اس سہولت سے ادا کرنا کہ نہ ضغطہ ہو نہ الف، بلکہ درمیانی حالت سے ادا کیا جائے۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(3) یعنی حذف کرنے سے پتہ نہ چلے کہ ہمزہ موجودہ اصلی ہے یا وصلی، کیوں کہ دونوں مفتوح تھے۔ 12/ ابن ضیاء۔

https://alislami.net

قاعدہ(۴): اور جب دو ہمزہ جمع ہوں اور پہلا متحرک دوسرا ساکن ہو تو واجب ہے ہمزہ ساکن کو پہلے ہمزہ کی حرکت کے موافق حرف سے بدلنا، مثل ''اٰمِنُوْا، اِیْمَانًا، اُوْتُمِنَ، اِیْتِ''۔

قاعدہ(۵): اور جب پہلا ہمزہ وصلی ہو تو ابتدا کی حالت میں ہمزہ ساکنہ بدلا جائے گا، اور جب ہمزہ وصلی گر جائے گا تب ابدال نہ ہوگا، مثل ''اَلَّذِی اؤْتُمِنَ، فِی السَّمٰوٰتِ ائْتُوْنِیْ، فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِیْ''۔

ہمزۂ وصلی کا حکم: ہمزۂ وصلی کے ماقبل جب کوئی کلمہ بڑھایا جائے گا تو یہ ہمزہ حذف کیا جائے گا، اور ثابت رکھنا درست نہیں، البتہ ابتدا میں ثابت رہتا ہے۔

ہمزۂ وصلیہ کا اعراب: اگر لام تعریف کا ہمزہ ہے تو مفتوح ہوگا، اور اگر کسی اسم کا ہمزہ ہے تو مکسور ہوگا، اور اگر فعل کا ہے تو تیسرے حرف کا ضمہ اگر اصلی ہے تو ہمزہ بھی مضموم ہوگا، ورنہ مکسور، مثل ''اَلَّذِیْنَ، اِسْمُ، اِبْنُ، اِنْتِقَامٍ، اُجْتُثَّتْ، اِضْرِبْ، اِنْفَجَرَتْ، اِفْتَحْ''۔ ''اِمْشُوْا، اِتَّقُوْا، اِئْتُوْا'' میں چوں کہ ضمہ عارضی ہے اس وجہ سے ہمزہ مضموم نہ ہوگا، بلکہ مکسور ہوگا۔

فائدہ: ہمزہ عین کے ساتھ یا ''ح'' کے ساتھ یا حرف مدہ ''ع'' یا ''ح'' کے ساتھ جمع ہوں، ایسا ہی ''ع، ہ'' ایک ساتھ آئے، یا ''ع، ح'' اور ''ہ'' ایک ساتھ آئے، یا ''ع، ح، ہ'' مکرر آئیں، یا مشدد ہوں تو ہر ایک کو خوب صاف طور سے ادا کرنا چاہیے، مثل ''اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ، فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ، فَاعِلِیْنَ، یُدْعَوْنَ، دَعَا، سَبِّحْهُ، عَلٰٓی اَعْقَابِكُمْ، اَحْسَنَ الْقَصَصِ، عَلٰی عَقِبَیْهِ، اَعُوْذُ، عَهِدَ، عُهِدَ، عِلِّیِّیْنَ، طُبِعَ

https://alislami.net

عَلٰی، سَاحِرٍ، سَحَّارٍ، لَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ، مَبْعُوْثُوْنَ، یٰنُوْحُ اهْبِطْ، وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ، لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ، جِبَاهُهُمْ"۔

فائدہ: ہمزہ متحرک یا ساکن جہاں ہوں اس کو خوب صاف طور سے پڑھنا چاہیے، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہمزہ الف سے بدل جاتا ہے، یا حذف ہوتا ہے، یا صاف طور سے نہیں نکلتا، خصوصًا جہاں دو ہمزہ ہوں وہاں زیادہ خیال رکھنا چاہیے کہ دونوں ہمزہ خوب صاف ادا ہوں، مثل "ءَاَنْذَرْتَهُمْ"۔

فائدہ: حرف ساکن کے بعد جب ہمزہ آئے تو اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ ساکن کا سکون تام ادا ہو اور ہمزہ خوب صاف ادا ہو، ایسا نہ ہو کہ ہمزہ حذف (1) ہو جائے اور اس کی حرکت سے ماقبل کا ساکن متحرک ہو جائے، جیسا کہ اکثر خیال نہ کرنے سے ایسا ہو جاتا ہے، بلکہ وہ ساکن کبھی مشدد بھی ہو جاتا ہے، مثل "قَدْ اَفْلَحَ، اِنَّ الْاِنْسَانَ" اسی وجہ سے حفص رَحْمَةُ اللهِ تعالیٰ عَلَیْهِ کے بعض طرق میں ساکن پر سکتہ (2) کیا جاتا ہے، تاکہ ہمزہ صاف ادا ہو خواہ وہ ساکن اور ہمزہ ایک کلمہ میں ہو یا دو کلمہ میں ہو۔

---

(1) اس لیے کہ لاپرواہی کی وجہ سے حرف ساکن کے بعد آنے سے ہمزہ حذف ہو جاتا ہے، یا غفلت کی وجہ سے ہمزہ ساکنہ کا حرف مد سے ابدال ہو جاتا ہے، یا حرف متحرک کے بعد بوجہ تساہلی ہمزہ میں تسہیل ہو جاتی ہے، اس وجہ سے خصوصیت کے ساتھ ان کو بیان فرمایا۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(2) اگرچہ معمول بہا نہیں ہے لیکن سکتہ کی غرض یہی ہے جو کتاب میں مذکور ہے، کیوں کہ حرف ساکن کے بعد ہمزہ میں خفا ہو جاتا ہے، جیسا کہ علامہ رانی نے سکتہ کی وجہ "بیانا لاهمزة لخفائها" بیان فرمائی ہے، ایسے سکتہ کو سکتیہ لفظی کہتے ہیں، یہ سکتہ وصل کے حکم میں ہے، اور بروایت حفص رحمۃ اللہ علیہ ضعیف ہے۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

https://alislami.net

آٹھویں فصل

حرکات کی ادا کے بیان میں

فتحہ: فتحہ ساتھ انفتاح فم اور صوت کے۔

کسرہ: اور کسرہ ساتھ انخفاض فم اور صوت کے۔

ضمہ: اور ضمہ ساتھ انضمام شفتین کے ظاہر ہوتا ہے، ورنہ اگر فتحہ میں کچھ انخفاض ہوا تو فتحہ مشابہ کسرہ کے ہوجائے گا، اور اگر کچھ انضمام ہوگیا تو فتحہ مشابہ ضمہ کے ہوجائے گا، ایسا ہی کسرہ میں اگر کامل انخفاض نہ ہوا تو مشابہ فتحہ کے ہوجائے گا، بشرطیکہ انفتاح ہوگیا ہو، اور اگر کچھ انضمام پایا گیا تو کسرہ مشابہ ضمہ کے ہوجائے گا، اور ضمہ میں اگر انضمام کامل نہ ہوا تو ضمہ مشابہ کسرہ کے ہوجائے گا، بشرطیکہ کسی قدر انخفاض ہوگیا ہو، اور اگر کسی قدر انفتاح پایا گیا تو فتحہ کے مشابہ ہوجائے گا۔

فائدہ: فتحہ جس کے بعد الف نہ ہو، اور ضمہ جس کے بعد واو ساکن، اور کسرہ جس کے بعد یا ساکن نہ ہو۔ ان حرکات کو اشباع سے بچانا چاہیے، ورنہ یہی حروف پیدا ہوجائیں گے۔ ایسا ہی ضمہ کے بعد جب واو مشدد ہو اور کسرہ کے بعد یا مشدد ہو، مثل ''عَدُوٌّ، سَوِيًّا، لُجِّيٍّ'' اس وقت بھی اشباع سے احتراز نہایت ضروری (1) ہے، خصوصاً وقف میں زیادہ خیال رکھنا چاہیے، ورنہ مشدد مخفف (2) ہوجائے گا۔

---

(1) اس لیے کہ تشدید نہ ادا ہونے سے لحن جلی لازم آئے گا جو حرام ہے۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(2) جیسے ''وَتَبَّ'' سے ''وَتَبْ'' وغیرہ، اکثر لوگوں سے یہ غلطی ہوجاتی ہے اور احساس نہیں ہوتا، اس قسم کی غلطی سے لحن جلی لازم آئے گا۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

https://alislami.net

فائدہ: جب فتحہ کے بعد الف اور ضمہ کے بعد واو ساکن غیر مشدد اور کسرہ کے بعد یا ساکن غیر مشدد ہو تو اس وقت ان حرکات کو اشباع سے ضرور[1] پڑھنا چاہیے، ورنہ یہ حرف ادا نہ ہوں گے۔ خصوصاً جب کئی حرف مدہ قریب قریب جمع ہوں تو زیادہ خیال رکھنا چاہیے، کیوں کہ اکثر خیال نہ کرنے سے کہیں اشباع ہوتا ہے اور کہیں نہیں۔

فائدہ: ''مَجْرِىهَا'' جو سورۂ ہود میں ہے، اصل میں لفظ ''مَجْرٰىهَا'' ہے، یعنی ''ر'' مفتوح ہے اور اس کے بعد الف ہے، اس جگہ چوں کہ امالہ ہے، اس وجہ سے فتحہ خالص اور الف خالص نہ پڑھا جائے گا، اور کسرہ اور نہ یا خالص پڑھی جائے گی، بلکہ فتحہ کسرہ کی طرف اور الف یا کی طرف مائل کر کے پڑھا جائے گا، جس سے فتحہ کسرہ مجہول کے مانند ہو جائے گا، اور اس کے بعد یا مجہول ہوگی، اور اس کے سوا اور کہیں امالہ نہیں ہے۔

فائدہ: کسرہ اور ضمہ کلام عرب میں مجہول نہیں بلکہ معروف ہیں اور ادا کی صورت یہ ہے کہ کسرہ میں انخفاض کامل کے ساتھ آواز کسرہ کی باریک نکلے، اور ضمہ میں انضمام شفتین کے ساتھ ضمہ کی آواز باریک نکلے۔

فائدہ: حرکات کو خوب ظاہر کر کے پڑھنا چاہیے، یہ نہ ہو کہ مشابہ سکون کے ہو جائے، ایسا ہی سکون کامل کرنا چاہیے، تاکہ مشابہ حرکت کے نہ ہو جائے، اور اس سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ ساکن حرف کی صوت مخرج میں بند[2] ہو جائے اور اس کے بعد ہی دوسرا حرف نکلے، اور

---

(1) اس لیے کہ حرف مد نہ ادا ہونے سے لحن جلی ہوگا۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(2) لیکن ساکن حرف کی آواز مخرج میں اس طرح نہ بند ہو کہ سکتہ ہو جائے، بلکہ سکون تام ادا کرنے کے بعد فوراً مابعد کا حرف ادا ہو جائے۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

https://alislami.net

اگر دوسرے حرف کے ظاہر ہونے سے پہلے مخرج میں جنبش ہوگئی تولا محالہ یہ سکون حرکت کے مشابہ ہوجائے گا، البتہ حروف قلقلہ اور "کاف" اور "تا" کے مخرج میں جنبش ہوتی ہے، فرق اتنا ہے کہ حروف قلقلہ میں جنبش سختی کے ساتھ ہوتی ہے اور کاف و تا میں نہایت نرمی کے ساتھ جنبش ہوتی ہے۔

فائدہ: کاف و تا میں جو جنبش ہوتی ہے اس میں "ہ" کی یا "س" یا "ث" کی بو نہ آنی چاہیے۔

https://alislami.net

تیسرا باب

پہلی فصل

اجتماع ساکنین کے بیان میں

اجتماع ساکنین کی تقسیم اور اس کا حکم: اجتماع ساکنین یعنی دو ساکن کا اکٹھا ہونا، ایک (۱) علیٰ حدہ، دوسرا (۲) علیٰ غیر حدہ۔

علیٰ حدہ: علیٰ حدہ اس کو کہتے ہیں کہ پہلا ساکن حرف مدہ ہو اور دونوں ساکن ایک کلمہ میں ہوں، مثل ''دَآبَّةٍ، آٰلْـٰٔنَ'' اور یہ اجتماع ساکنین جائز ہے۔

علیٰ غیر حدہ کا حکم: اور اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدہ جائز نہیں، البتہ وقف میں جائز ہے۔

علیٰ غیر حدہ: اور اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدہ اس کو کہتے ہیں کہ پہلا حرف ساکن مدہ نہ ہو، یا دونوں ساکن ایک کلمہ میں نہ ہوں، اب اگر پہلا ساکن حرف مدہ ہے تو اس کو حذف کر دیں گے، مثل ''وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ، عَلٰٓى اَنْ لَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوْا، قَالُوا الْـٰٔنَ، فِی الْاَرْضِ، تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ، وَاسْتَبَقَا الْبَابَ، وَقَالَا الْحَمْدُ، فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ''۔

تحریک بوقت اجتماع ساکنین: اگر پہلا ساکن حرف مدہ نہ ہو تو اس کو حرکت کسرہ کی دی جائے گی، مثل ''اِنِ ارْتَبْتُمْ، وَاَنْذِرِ النَّاسَ، مِمَّا لَمْ یُذْکَرِ اسْمُ اللّٰهِ، بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ'' مگر جب پہلا ساکن میم جمع ہو تو ضمہ دیا جائے گا، مثل ''عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ، عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ'' اور ''مِنْ'' جو حرف جر ہے، اس کے بعد جب کوئی حرف

https://alislami.net

ساکن آئے گا تو نون مفتوح پڑھا جائے گا جیسے ''مِنَ اللّٰهِ'' ایسا ہی میم ''الٓمّٓ اللّٰهُ'' کی وصل میں مفتوح پڑھی جائے گی۔

فائدہ: ''بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ'' جو سورۂ حجرات میں ہے اس میں ''بِئْسَ'' کے بعد لام مکسور اس کے بعد سین ساکن ہے، اور لام کے قبل اور بعد جو ہمزہ ہے وہ ہمزۂ وصلی ہے، اس وجہ سے حذف کیے جائیں گے، اور لام کا کسرہ بسبب اجتماع ساکنین کے ہے۔

فائدہ: کلمہ منونہ یعنی جس کلمہ کے اخیر حرف پر دو زبر یا دو زیر یا دو پیش ہوں تو وہاں پر ایک نون ساکن پڑھا جاتا ہے اور لکھا نہیں جاتا، اس کو نون تنوین کہتے ہیں یہ تنوین وقف میں حذف کی جاتی ہے مگر دو زبر ہوں تو اس تنوین کو الف سے بدلتے ہیں ''قَدِيْرٌ، بِرَسُوْلٍ، بَصِيْرًا'' اور وصل میں جب اس کے بعد ہمزہ وصلی ہو تو ہمزہ وصلی حذف ہو جائے گا اور یہ تنوین بسبب اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدہ کے مکسور پڑھی جائے گی، اور اکثر جگہ خلاف قیاس چھوٹا نون لکھ دیتے ہیں۔

مثل ''بِزِيْنَةِ ۨالْكَوَاكِبِ، خَيْرَ ۨالْوَصِيَّةُ، خَبِيْثَةِ ۨاجْتُثَّتْ، طُوًى ۨاذْهَبْ''۔

فائدہ: تنوین سے ابتدا کرنا یا دہرانا درست نہیں (1)۔

(1) اسی طرح تنوین پر وقف بھی کرنا جائز نہیں، لیکن چوں کہ لفظ ''كَاَيِّنْ'' کی تنوین مصحف میں مرسوم ہے، اس لیے اس نون تنوین پر وقف ثابت ہے، اس لفظ سے بروایت حفص وقف کی حالت میں تنوین حذف کرنا جائز نہیں۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

https://alislami.net

دوسری فصل

مد کے بیان میں

مد دو قسم پر ہے: (۱)اصلی (۲)فرعی

مد اصلی: اس کو کہتے ہیں کہ حروف مدہ کے بعد نہ سکون ہو نہ ہمزہ ہو(1)۔

مد فرعی: اس کو کہتے ہیں کہ حروف مدہ کے بعد سکون یا ہمزہ ہو(2)۔

مد فرعی کی قسمیں: اور یہ چار قسمیں ہیں:

(۱)متّصل (۲)منفصل (۳)لازم (۴)عارض

مد متصل: یعنی حرف مدہ کے بعد اگر ہمزہ آئے اور ایک کلمہ میں ہو تو اس کو مد متّصل کہتے ہیں، مثل: جَآءَ، جِایْٓءَ، سُوْٓءَ۔

مد منفصل: اور اگر ہمزہ دوسرے کلمہ میں ہو تو اس کو مد منفصل کہتے ہیں۔

مثل: فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ، قَالُوْٓا اٰمَنَّا، مَآ اُنْزِلَ''۔

مد عارض وقفی: حرف مد کے بعد جب سکون وقفی ہو، مثل ''رَحِیْمٍ، تَعْلَمُوْنَ، تُکَذِّبٰنِ'' کے تو اس کو مد عارض کہتے ہیں، اور اس میں طول، توسط، قصر تینوں جائز ہیں۔

مد لازم کی تعریف اور اس کی تقسیم: اور جب حرف مدہ کے بعد ایسا سکون ہو کہ کسی(3) حالت میں حرف مدہ سے جدا نہ ہو سکے اس کو مد لازم کہتے ہیں، اور یہ چار قسم ہے،

---

(1) جیسے: قَالَ۔

(2) جیسے: جَآءَ۔

(3) یعنی وصلاً اور وقفاً دونوں حالتوں میں پڑھا جاتا ہے، جیسے: ''الٓمٓ ذٰلِکَ''، لیکن جس وقت اجتماع ساکنین کی وجہ سے

https://alislami.net

اس واسطے کہ اگر حرف مدہ حروف مقطعات میں ہو تو (۱) حرفی کہتے ہیں، ورنہ (۲) کلمی کہیں گے، پھر ہر ایک کلمی اور حرفی دو قسم ہے۔ (۳) مثقل اور (۴) مخفف، اگر حرف مدہ کے بعد مشدد حرف ہے تو مثقل کہیں گے اور اگر محض سکون ہے تو مخفف ہوگی، مد لازم حرفی مثقل اور مد لازم حرفی مخفف کی مثال ''الٓمّٓ، الٓرٰ، الٓمّٓرٰ، کٓھٰیٰعٓصٓ، حٰمٓ، عٓسٓقٓ، حٰمٓ، طٰسٓمّٓ، نٓ، صٓ، قٓ'' اور مد لازم کلمی مثقل کی مثال ''دَآبَّةٍ'' اور مد لازم کلمی مخفف کی مثال ''آٰلْـٰٔنَ''۔

مد لین عارض: اور جب ''واو'' یا ''یا'' ساکن کے پہلے فتحہ ہو اور اس کے بعد ساکن حرف ہو تو اس کو مد لین کہتے ہیں۔

مد لین عارض کی مقدار: اور اس میں قصر، توسط، طول تینوں جائز ہیں۔

مد لین لازم کی مقدار: اور عین مریم اور عین شوریٰ میں قصر نہایت ضعیف ہے، اور طول افضل اور اولیٰ ہے۔

فائدہ: سورۂ آل عمران کا ''الٓمّٓ ۝ اَللّٰهُ'' وصل کی حالت میں میم ساکن اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدہ کی وجہ سے مفتوح پڑھی جائے گی، اور اللہ کا ہمزہ نہ پڑھا جائے گا، اور میم میں مد لازم ہے اس وجہ سے وصل میں طول اور قصر دونوں جائز ہیں۔

فائدہ: حرف مدّہ جب موقوف ہو اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ ایک الف سے زائد نہ ہو جائے، دوسرے یہ کہ بعد حرف مدہ کے ہا یا ہمزہ نہ زائد ہو جائے، مثل ''قَالُوْا، فِیْ، مَالَا'' جیسا کہ اکثر خیال نہ کرنے سے ہو جاتا ہے۔

پہلا سکون نہ پڑھا جائے گا تو حرکت عارض ہوگی، اس سے سکون کا عارض سمجھنا غلطی ہے، جیسے ''الٓمّٓ اَللّٰهُ'' اس میں سکون لازم ہی کی وجہ سے میم کے یا میں طول اولیٰ ہے، اور حرکت عارضی کا خیال کر کے قصر بھی جائز ہے۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

تیسری فصل

مقدار[1] اور اوجه[2] مد کے بیان میں

مد عارض اور مد لین عارض میں تین وجہ ہیں، طول، توسط، قصر۔ فرق اتنا ہے کہ مد عارض میں "طول اولیٰ" ہے۔ اس کے بعد "توسط" اس کے بعد "قصر" کا مرتبہ ہے۔ بخلاف مد لین عارض کے، کہ اس میں پہلا مرتبہ "قصر[3]" کا ہے، اس کے بعد "توسط" کا، اس کے بعد "طول" کا۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ مقدار طول کی کیا ہے۔

مقدار طول، توسط اور قصر: طول کی مقدار تین الف ہے، اور توسط کی مقدار دو الف۔ اور ایک قول میں طول کی مقدار پانچ الف، اور توسط کی مقدار تین الف ہے۔ اور قصر کی مقدار دونوں قول میں ایک ہی الف ہے۔

فائدہ: اقسام مد لازم کا حکم: مد لازم کی چاروں قسموں میں طول علی التساوی ہوگا، اور بعض کے نزدیک مثقل میں زیادہ مد ہے، اور بعض کے نزدیک مخفف[4] میں زیادہ مد

---

(1) جس ادا کے ذریعہ مد کا اندازہ کیا جائے اس کو مقدار کہتے ہیں، مثلاً طول کی مقدار کشش تین الف اور پانچ الف ہے، پس اسی اندازہ کے ساتھ ادا کرنے کا نام مقدار ہے۔ ۱۲/ابن ضیاء۔

(2) اوجہ جمع وجہ کی ہے، یہاں وجہ کا اطلاق طول پر توسط پر قصر پر ہوگا، اور تینوں کو وجوہ یا اوجہ کہیں گے، قصر داخل فی الوجہ ہے، لیکن مد فرعی سے خارج ہے، اس لیے کہ قصر ترک مد کا نام ہے، لیکن مقدار طبعی میں بلا ثبوت کمی بیش کرنا حرام ہے، اور کیفیت مد دو ہیں "طول" اور " توسط" بلا ثبوت طول کی جگہ توسط اور توسط کی جگہ طول کرنا جائز نہیں۔ ۱۲/ابن ضیاء۔

(3) لیکن مدہ سے لین کا قصر کم ہوگا، اس لیے کہ مدہ زمانی اور حرف لین قریب آنی ہے۔ ۱۲/ابن ضیاء۔

(4) اس لیے کہ حرف مد کے بعد ساکن حرف کو معاً متحرک نہیں پڑھنا ہوتا، بخلاف مد لازم مثقل کے کہ حرف مد کے

https://alislami.net

ہے، مگر جمہور کے نزدیک تساوی ہے۔

فائدہ: حرف موقوف مفتوح کے قبل جب حرف مدہ یا حرف لین ہو مثلاً ''اَلْعٰلَمِیْنَ، لَاضَیْرَ''تو تین وجہ وقف میں ہوں گی،

(۱)طول مع الاسکان (۲)توسط مع الاسکان (۳)قصر مع الاسکان

اور اگر حرف موقوف مکسور ہے تو وجہ عقلی چھ نکلتی ہیں، اس میں سے چار جائز ہیں۔

(۱) طول (۲) توسط (۳) قصر مع الاسکان (۴) قصر مع الروم اور (۵) طول (۶) توسط مع الروم غیر جائز ہے، اس لیے کہ مد کے واسطے بعد حرف مد کے سکون چاہیے اور روم کی حالت میں سکون نہیں ہوتا بلکہ حرف متحرک ہوتا ہے۔

اور اگر حرف موقوف مضموم ہے، مثل ''نَسْتَعِیْنُ'' کے تو ضربی عقلی وجہیں نو۹/ ہیں: (۱)طول (۲) توسط (۳) قصر مع الاسکان (۴)طول (۵) توسط (۶) قصر مع الاشمام (۷) قصر مع الروم، یہ سات وجہیں جائز ہیں (۸) طول (۹) توسط مع الروم غیر جائز ہیں، جیساکہ پہلے معلوم ہو چکا۔

فائدہ: اجتماع مدود کا حکم: جب مد عارض یا مد لین کئی جگہ ہوں تو ان میں تساوی اور توافق کا خیال رکھنا چاہیے، یعنی ایک جگہ مد عارض میں طول کیا ہے تو دوسری جگہ بھی طول کیا جائے، اگر توسط کیا ہے تو دوسری جگہ بھی توسط کرنا چاہیے، اگر قصر کیا ہے تو دوسری جگہ بھی قصر کرنا چاہیے، ایسا ہی مد لین میں بھی جب کئی جگہ ہوں تو توافق ہونا چاہیے، اور جیساکہ طول، توسط میں توافق ہونا چاہیے، ایسا ہی مقدار طول، توسط میں بھی توافق ہونا چاہیے۔ مثلاً ''اَعُوْذُ اور بِسْمِ اللّٰہِ سے

بعد سکون پڑھ کر فوراً متحرک پڑھنا ہوتا ہے۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

https://alislami.net

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" تک فصل کل کی حالت میں ضربی وجہیں اڑتالیس[1] نکلتی ہیں، اس طرح پر کہ "اَلرَّجِیْمِ" کے اوجہ ثلاثہ مع الاسکان اور قصر مع الروم کو "اَلرَّحِیْمِ" کے مدود ثلاثہ اور قصر مع الروم میں ضرب دینے سے سولہ وجہیں ہوتی ہیں، اور ان سولہ کو "اَلْعٰلَمِیْنَ" کے اوجہ ثلاثہ میں ضرب دینے سے اڑتالیس وجہیں ہوتی ہیں، جن میں چار بالاتفاق جائز ہیں، یعنی "اَلرَّجِیْمِ، اَلرَّحِیْمِ، اَلْعٰلَمِیْنَ" میں طول مع الاسکان، توسط مع الاسکان، قصر مع الاسکان۔ "اَلرَّجِیْمِ، اَلرَّحِیْمِ" میں قصر مع الروم اور "اَلْعٰلَمِیْنَ" میں قصر مع الاسکان، اور بعض نے "اَلرَّجِیْمِ، اَلرَّحِیْمِ" کے قصر مع الروم کی حالت میں "اَلْعٰلَمِیْنَ" میں طول، توسط کو[2] جائز رکھا ہے، باقی بیالیس وجہیں بالاتفاق غیر جائز ہیں۔

اور فصل اوّل وصل ثانی کی صورت میں عقلی وجہیں بارہ نکلتی ہیں، اس طرح پر کہ "اَلرَّجِیْمِ" کے مدود ثلاثہ اور قصر مع الروم کو "اَلْعٰلَمِیْنَ" کے اوجہ ثلاثہ میں ضرب دینے سے بارہ وجہیں ہوتی ہیں، ان میں چار وجہیں بالاتفاق جائز ہیں: (۱) طول مع الطول مع

(1) ان وجھوں کو اس وجہ سے بیان فرمایا تاکہ کوئی شخص وجوہ ثلثہ کو مدعارض اور مدلین عارض میں یا کئی مدود عارض میں ضرب دے کر سب وجھوں کو بلا مساوات نہ پڑھنے لگے، یا پڑھنے میں ترجیح بلا مرجح نہ لازم آئے، اس وجہ سے تمام وہ وجوہ جو ضرب سے پیدا ہوتی ہیں، ان کو بتانے کے خیال سے نکال کر جاری کراتے ہیں، چنانچہ بطریق تمثیل تین موقوف علیہ کے وجوہ ضربی عقلی اڑتالیس بیان فرمائے ہیں، ان وجوہ کو نکالنے کے وقت وجوہ غیر صحیح اور عدم مساوات اور ترجیح کی طرف ہرگز ذہن کو متبادر نہ ہونا چاہیے، ورنہ وجوہ سمجھ میں نہ آئیں گے، کیوں کہ عقلاً جس قدر وجہیں نکل سکتی ہیں، ضرورۃً ان کا اس وقت اظہار ضروری ہے، تاکہ ان میں سے وجوہ صحیح اور غیر صحیح میں امتیاز ہو جائے۔ ۱۲/ابن ضیاء عفی عنہ الہ آبادی۔

(2) اس وجہ سے کہ تساوی اور توافق نوع واحد میں شرط ہے، چاہے باعتبار محل مد کے ہو یا باعتبار کیفیت وقف ہو، چوں کہ "اَلرَّجِیْمِ، اَلرَّحِیْمِ" میں بحالت روم توافق نہ رہا، اس وجہ سے باوجود عدم تساوی کے "اَلْعٰلَمِیْنَ" میں طول، توسط کو بعض نے جائز رکھا ہے۔ ۱۲/ابن ضیاء۔

https://alislami.net

الاسکان (۲) توسط مع التوسط مع الاسکان (۳) قصر مع القصر مع الاسکان (۴) قصر مع الروم مع القصر بالاسکان، اور (۵) قصر مع الروم مع التوسط بالاسکان (٦) اور قصر مع الروم مع الطول بالاسکان۔ یہ دو وجہیں مختلف فیہ ہیں، باقی وجہیں بالاتفاق غیر[1] جائز۔ اور وصل اول فصل ثانی میں بھی بارہ وجہیں عقلی نکلتی ہیں، اور ان میں چار صحیح ہیں، اور دو مختلف فیہ ہیں، اور اس صورت میں جو وجہیں نکلتی ہیں وہ بعینہٖ مثل فصل اول وصل ثانی کے ہیں، اس وجہ سے نہیں بیان کی گئیں۔ اور وصل کل کی حالت میں ''اَلْعٰلَمِیْنَ'' کے مدود ثلاثہ۔ خلاصہ یہ ہوا کہ استعاذہ اور بسملہ میں پندرہ[2] یا اکیس[3] وجہیں صحیح ہیں۔

فائدہ: یہ وجہیں جو بیان کی گئی ہیں اس وقت ہیں کہ ''اَلْعٰلَمِیْنَ'' پر وقف کیا جائے، اور اگر ''اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' یا ''یَوْمِ الدِّیْنِ'' یا ''نَسْتَعِیْنُ'' پر وقف کیا جائے گا، یا کہیں وصل اور کہیں وقف کیا جائے گا تو بہت سی وجہیں ضربی نکلیں گی۔

وجہ صحیح معلوم کرنے کا طریقہ: اور ان میں وجہ صحیح نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ (۱) جس وجہ سے ضعیف کو قوی پر ترجیح ہو جائے، یا (۲) مساوات نہ رہے، یا (۳) اقوال مختلفہ میں خلط ہو جائے، تب یہ وجہ غیر صحیح ہو گی۔

فائدہ: جب مد عارض اور مد لین عارض جمع ہوں تو اس وقت عقلی وجہیں کم از کم نو ۹/ نکلتی ہیں، اب اگر مد عارض مقدم ہے لین پر، مثلاً ''مِنْ جُوْعٍ، مِنْ خَوْفٍ'' تو چھ وجہیں جائز ہیں،

---

(1) اس وجہ سے کہ عدم مساوات لازم آئے گا۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(2) چار فصل کل میں، چار فصل اول وصل ثانی میں، چار وصل اول فصل ثانی میں اور تین وصل کل کی صورت میں، اس طرح پندرہ وجہیں جائز ہیں۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(3) یعنی پندرہ وجوہ متفقہ اور چھ مختلفہ جو تین صورتوں میں دو دو بیان کی گئی ہیں۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

https://alislami.net

یعنی (۱) طول مع الطول (۲) طول مع التوسط (۳) طول مع القصر (۴) توسط مع التوسط (۵) توسط مع القصر (۶) قصر مع القصر۔ اور تین وجہیں غیر جائز[1] ہیں، یعنی (۱) توسط مع الطول (۲) قصر مع التوسط (۳) قصر مع الطول۔

اور جب مد لین مقدم ہو مثل ''لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ'' تو اس وقت بھی نو۹ / وجہیں نکلتی ہیں، اس میں سے چھ وجہیں جائز ہیں، یعنی (۱) قصر مع القصر (۲) قصر مع التوسط (۳) قصر مع الطول (۴) توسط مع الطول (۵) توسط مع التوسط (۶) طول مع الطول۔ اور (۱) طول مع التوسط اور (۲) طول مع القصر اور (۳) توسط مع القصر، یہ تین غیر جائز ہیں، اور یہ وجہیں غیر جائز اس وجہ سے ہیں کہ حروف مدہ میں مد اصل قوی ہے، اور حرف لین میں جو مد ہوتا ہے وہ تشبیہ[2] کی وجہ سے ہوتا ہے، اس وجہ سے حرف لین میں مد ضعیف ہے اور ان صورتوں میں ترجیح ضعیف کی قوی پر ہوتی ہے اور یہ غیر جائز ہے، اور اگر موقوف علیہ میں بسبب اختلاف حرکات کے روم واشمام جائز ہو تو اس میں اور وجہیں زائد پیدا ہوں گی، اس میں بھی مساوات اور ترجیح کا خیال رکھنا چاہیے، مثل ''مِنْ جُوْعٍ، مِنْ خَوْفٍ''۔[3]

فائدہ: مقدار مد متصل ومنفصل: مدّ متّصل اور منفصل کی مقدار میں کئی قول ہیں، دو الف، ڈھائی الف، چار الف۔ اور منفصل میں قصر بھی جائز ہے، ان اقوال میں جس پر جی

---

(1) اس لیے کہ ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(2) یعنی صلاحیت مد کی وجہ سے مد ہوتا ہے، ورنہ اصلاً حرف لین حرف مد نہیں ہے، لیکن اگر حرف لین میں صفت لین نہ ادا کی جائے، یا حرف لین کو سخت کر دیا جائے، تو حرف بھی غلط ہوگا اور مد بھی نہ ہو سکے گا۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(3) یہ مثالیں وقف بالروم کی ہیں، اور وقف بالاشمام کی مثال '' وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۝ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝ '' ہے۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

https://alislami.net

چاہے عمل کیا جائے گا، مگر اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ مد متّصل جب کئی جگہ ہوں تو جس قول کو پہلی جگہ لیا ہے وہی دوسری تیسری جگہ رہے، مثلاً ''وَالسَّمَآءَ بِنَآءً'' میں، اگر اقوال کو ضرب دیا جائے تو نو وجہیں ہوتی ہیں، اور ان میں سے تین وجہ مساوات کی ہیں وہ صحیح ہیں، باقی چھ وجہیں غیر صحیح ہیں، ایسا ہی جب مد منفصل کئی جمع ہوں تو ان میں بھی اقوال کو خلط نہ کرے، مثلاً ''لَا تُؤَاخِذۡنَآ اِنۡ نَّسِیۡنَآ اَوۡ'' اس میں بھی یہ نہ چاہیے کہ پہلی جگہ ایک قول لے دوسری جگہ دوسرا قول لیا جائے، بلکہ مساوات کا خیال رکھنا چاہیے(1)۔

فائدہ: اجتماع مد منفصل ومتصل: جب مد منفصل اور متّصل جمع ہوں اور مثلاً منفصل مقدم ہو متّصل پر، مثل ''هٰٓؤُلَآءِ'' کے، تو جائز ہے منفصل میں قصر، اور دو الف، اور متّصل میں دو الف، ڈھائی الف، چار الف۔ اور جب منفصل میں ڈھائی الف مد کیا جائے متّصل میں ڈھائی الف، چار الف مد جائز ہے، اور دو الف غیر جائز ہے، اس واسطے کہ متّصل منفصل سے اقویٰ ہے، اور ترجیح ضعیف کی قوی پر غیر جائز ہے۔ اور جب منفصل میں چار الف مد کیا تو متّصل میں صرف چار الف مد ہوگا، اور ڈھائی الف، دو الف اس صورت میں غیر جائز ہوگا، وجہ وہی رجحان(2) کی ہے۔ اور جب مد متّصل منفصل پر مقدم ہو، مثل ''جَآءُوۡٓ اَبَاهُمۡ'' تو اگر متّصل میں

---

(1) اسی طرح ان مدود میں لغرض الاعلان بھی کہیں دو، کہیں ڈھائی، کہیں چار الف نہ پڑھنا چاہیے، اس لیے کہ ان میں خلف واجب ہے، جسکا حکم یہ ہے کہ جس سے جس طرح ثابت ہو اسی طرح پڑھنا چاہیے، بخلاف مد عارض کے کہ اس میں کل قراء سے تینوں وجہیں طول، توسط، قصر ثابت ہے، ایسے اختلاف کو خلاف جائز کہتے ہیں، البتہ افہام اور تفہیم کے لیے جس طرح کتاب میں بیان کیا گیا ہے اسی طرح لکھ کر مقدار ضربی سے وجہ صحیح اور غیر صحیح نکال کر سمجھ لیا جائے، اور اگر متّصل منفصل ایک جگہ آئے اور ان میں مساوات نہ رہے تو کوئی حرج نہیں، لیکن متّصل پر منفصل کو ترجیح نہ دینا چاہیے، اس لیے کہ متّصل منفصل سے قوی ہے۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(2) یعنی ترجیح لازم آئے گی۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

https://alislami.net

چار الف مد کیا تو منفصل میں چار الف، ڈھائی الف، دو الف اور قصر جائز ہے، اور اگر ڈھائی الف مد کیا ہے تو منفصل میں ڈھائی الف، دو الف اور قصر جائز ہے، اور چار الف غیر جائز ہے، ایسا ہی اگر متّصل میں دو الف مد کیا ہے تو منفصل میں صرف دو الف اور قصر ہو گا، اور ڈھائی الف، چار الف مد نہ (1) ہو گا۔

فائدہ: جب متّصل منفصل کئی جمع ہوں، مثل "بِاَسۡمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ" تو انھیں قواعد پر قیاس کر کے وجہ صحیح غیر صحیح نکال لی جائے۔

فائدہ: مد متصل وقفی: جب متّصل کا ہمزہ اخیر کلمہ میں واقع ہو اور اس پر وقف اسکان یا اشمام کے ساتھ کیا جائے، مثل "یَشَآءُ، قُرُوۡٓءٍ، اَلنَّسِیۡٓءُ" تو اس وقت میں طول بھی جائز ہے، اور سکون کی وجہ سے قصر جائز نہ ہو گا، اس واسطے کہ اس صورت میں سبب اصلی کا الغاء اور سبب عارضی کا اعتبار لازم آتا ہے اور یہ غیر جائز ہے، اور اگر وقف بالروم کیا ہے تو صرف توسط (2) ہو گا۔

فائدہ: خلاف جائز (3) سے جو وجہیں نکلتی ہیں مثل اوجہ بسملہ وغیرہ کے، ان میں سب وجہوں کا ہر جگہ پڑھنا معیوب ہے، اس قسم کی وجہوں میں ایک وجہ کا پڑھنا کافی ہے، البتہ افادہ کے لحاظ سے سب وجہوں کا ایک جگہ جمع کر لینا معیوب نہیں۔

فائدہ: اس فصل میں جو غیر جائز اور غیر صحیح کہا گیا ہے، مراد اس سے غیر اولیٰ ہے، قاری ماہر کے واسطے معیوب ہے۔

---

(1) تاکہ ترجیح لازم نہ آئے۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(2) روم اگرچہ از قسم وقف ہے، لیکن حکم میں وصل کے ہے، اس وجہ سے صرف مد متّصل کا توسط ہو گا۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(3) یعنی جن مختلف فیہ وجہوں پر کل قراء کا اتفاق ہو مثل کیفیت وقف اسکان، اشمام، روم، یا مد عارض کے وجوہ ثلثہ وغیرہ، اس میں کسی ایک وجہ کا پڑھنا کافی ہے۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

https://alislami.net

فائدہ: خلط کا حکم: اختلاف مرتب میں خلط کرنا، یعنی ایک لفظ کا اختلاف دوسرے پر موقوف ہو، مثلاً ''فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ'' اس میں ''اٰدَمُ'' کو مرفوع پڑھیں تو ''كَلِمٰتٍ'' کو منصوب پڑھنا ضروری ہے، ایسا ہی بالعکس[1] ایسے اختلاف کے موقع پر خلط بالکل حرام ہے، اور اگر ایک روایت کا التزام کر کے پڑھا اور اس میں دوسرے کو خلط کر دیا تو کذب فی الروایت لازم آئے گا، اور علیٰ حسب التلاوۃ خلط جائز ہے، مثلاً حفص رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تعالیٰ عَلَیۡہِ کی روایت میں دو طریق مشہور ہیں، ایک امام شاطبی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تعالیٰ عَلَیۡہِ، دوم جزری رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تعالیٰ عَلَیۡہِ تو ان میں خلط کرنا اس لحاظ سے کہ دونوں وجہ حفص رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تعالیٰ عَلَیۡہِ سے ثابت ہیں، کچھ حرج[2] نہیں۔ خصوصاً جب ایک وجہ عوام میں شائع ہوگئی ہو اور دوسری وجہ مشہور ثابت عندالقراء متروک[3] ہوگئی ہو، تو ایسی صورت میں لکھنا پڑھنا پڑھانا نہایت ضروری ہے، متاخرین کے اقوال وآراء میں خلط کرنا چنداں مضائقہ[4] نہیں۔

---

(1) لیکن بروایت حفص رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تعالیٰ عَلَیۡہِ یہ عکس جائز نہیں۔ ۱۲/ابن ضیاء۔

(2) جب کہ التزام طرق مقصود نہ ہو، اور اگر التزام طریق ہو یعنی یہ خیال کر کے پڑھے کہ ہم فلاں طریق سے پڑھیں گے تو اس صورت میں خلط کرنا درست نہیں، مثلاً بطریق شاطبی منفصل میں قصر نہیں ہے، تو طریق شاطبی سے پڑھنے والوں کے لیے قصر جائز نہیں، کیوں کہ کذب فی الطرق لازم آئے گا۔ ۱۲/ابن ضیاء۔

(3) یعنی جو وجہ قراء سے ثابت ہو اور عوام نے پڑھنا پڑھانا ترک کر دیا ہو ایسی وجھوں کی بابت حکم بیان فرمایا ہے۔ ۱۲/ابن ضیاء۔

(4) یعنی جب کہ التزام طرق مقصود نہ ہو تو اختلاط طرق اور خلط فی الاقوال جائز ہے، جیسا کہ کتاب میں مذکور ہے۔ ۱۲۔

https://alislami.net

چوتھی فصل

وقف کے احکام میں

وقف کی تعریف: وقف کے معنی اخیر کلمہ غیر موصولہ پر سانس کا توڑنا۔

محل ابتدا و اعادہ: اب اگر وہاں پر کوئی آیت ہے یا کوئی وقف او قاف معتبرہ سے ہے تو بعد کے کلمہ سے ابتدا کرے، ورنہ جس کلمہ پر سانس توڑے اس کو اعادہ کرے۔

وسط کلمہ سے متعلق وقف ابتدا و اعادہ کا حکم: اور وسط کلمہ پر اور ایسا ہی جو کلمہ دوسرے کلمہ سے موصول ہو اس پر وقف جائز نہیں، ایسا ہی ابتدا اور اعادہ بھی جائز نہیں۔

وقف بالسکون: اب معلوم ہونا چاہیے کہ جس کلمہ پر سانس توڑنا چاہتا ہے، اگر وہ پہلے سے ساکن ہے تو محض وہاں پر سانس توڑ دیں گے۔ اور اگر وہ کلمہ اصل میں ساکن ہے مگر حرکت اس کو عارض ہوگئی ہے، تب بھی وقف محض اسکان کے ساتھ ہوگا، مثل ''عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ، وَاَنْذِرِ النَّاسَ''۔

وقف بالابدال: اور اگر وہ حرف موقوف متحرک ہے تو اس کے اخیر میں ''تا'' بصورت ''ہا'' ہوگی یا نہیں۔ اگر ''تا'' بصورت ''ہا'' ہے تو وقف میں اس تا کو ہائے ساکنہ سے بدل دیں گے مثل ''رَحْمَةٌ، نِعْمَةٌ'' اور اگر ایسا نہ ہو تو آخر حرف پر اگر دو زبر ہیں تو تنوین کو الف سے بدل دیں گے، مثل ''سَوَآءً، هُدًى''۔

اور اگر حرف موقوف پر ایک زبر ہے تو وقف صرف اسکان کے ساتھ ہوگا، مثل ''يَعْلَمُوْنَ'' کے، اور اگر اخیر حرف پر ایک پیش یا دو پیش ہوں، مثل ''وَبَرْقٌ، يَفْعَلُ''

https://alislami.net

تو وقف اسکان اور اشمام اور روم تینوں سے جائز ہے۔

اشمام کی تعریف: اشمام کے معنی ہیں حرف کو ساکن کر کے ہونٹوں کو ضمہ کی طرف اشارہ کرنا۔

روم کی تعریف: اور روم کے معنی ہیں حرکت کو خفی صوت سے ادا کرنا، اور اگر اخیر حرف پر ایک زیر یا دو زیر ہوں، مثل ''ذُو انْتِقَامٍ ، وَلَا فِي السَّمَآءِ'' تو وقف میں اسکان اور روم دونوں جائز ہیں۔

فائدہ: روم اور اشمام اسی حرکت پر ہوگا جو کہ اصلی ہوگی، اور اگر حرکت عارض ہوگی تو روم و اشمام جائز نہ ہوگا(1) مثل ''اَنْذِرِ الَّذِيْنَ ، عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ''۔

فائدہ: روم کی حالت میں تنوین حذف ہو جائے گی، جیسا کہ ''ہا'' ضمیر کا صلہ وقف بالروم اور بالاسکان میں حذف ہوتا ہے، مثل ''بِهٖ ، لَهٗ'' کے۔

فائدہ: ''اَلظُّنُوْنَا'' اور ''اَلرَّسُوْلَا'' اور ''اَلسَّبِيْلَا'' جو سورۂ احزاب میں ہے اور پہلا ''قَوَارِيْرَا'' جو سورۂ دہر میں ہے، اور ''اَنَا'' جو ضمیر مرفوع منفصل ہے، ایسے ہی ''لٰكِنَّا'' جو سورۂ کہف میں ہے، اِن کے آخر کا الف وقف میں پڑھا جائے گا اور وصل میں نہیں پڑھا جائے گا، اور ''سَلٰسِلَا'' جو سورۂ دہر میں ہے، جائز ہے وقف کی حالت میں اثبات الف اور حذف الف۔

فائدہ: مراتب اوقاف: آیات پر وقف کرنا زیادہ احب اور مستحسن ہے، اور ان کے

---

(1) اس لیے کہ سکون اصلی مانع روم و اشمام ہے، لفظ ''اَنْذِرْ'' میں ''را'' کا زیر اور ''عَلَيْكُمْ'' کو ''میم'' کا پیش یہ حرکت عارضی اجتماع ساکنین کی وجہ سے ہے۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

https://alislami.net

بعد جہاں (م) لکھی ہو، اور اس کے بعد جہاں (ط) لکھی ہو، اور اس کے بعد جہاں (ج) لکھی ہو، اس کے بعد جہاں (ز) لکھی ہو، اولیٰ کو غیر اولیٰ پر ترجیح نہ دینا چاہیے، یعنی آیت کو چھوڑ کر غیر آیت پر وقف کرنا، یا "م" کی جگہ وصل کر کے "ط" وغیرہ پر وقف کرنا، بلکہ ایسا انداز رکھے کہ جب سانس توڑے تو آیت پر یا "م، ط" پر، بعض کے نزدیک جس آیت کو مابعد سے تعلق لفظی ہو تو وہاں پر وصل اولیٰ ہے فصل سے، اور وصل کی جگہ صرف وقف یا وقف کی جگہ صرف وصل کرنے سے معنی نہیں بدلتے، اور محققین کے نزدیک نہ گناہ نہ کفر ہے، البتہ قواعد عرفیہ [1] کے خلاف ہے، جن کا اتباع کرنا نہایت ضروری ہے، تاکہ ایہام معنی غیر مراد لازم نہ آئے، ایسا ہی اعادہ میں بھی لحاظ رکھنا چاہیے۔

اعادہ قبیح کا حکم: بعض جگہ اعادہ نہایت قبیح ہوتا ہے، جیسے کہ وقف کہیں حسن کہیں احسن کہیں قبیح کہیں اقبح ہوتا ہے، ایسا ہی اعادہ کی بھی چار قسم ہے، تو جہاں سے اعادہ حسن یا احسن ہو وہاں سے کرنا چاہیے، ورنہ اعادہ قبیح سے ابتدا بہتر ہے، مثلاً "قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ" سے اعادہ حسن ہے، اور "اِنَّ اللّٰهَ" سے قبیح ہے۔

فائدہ: تمام اوقاف پر سانس توڑنا باوجود دم ہونے کے ایسا نہ چاہیے، قاری کی مثال مثل مسافر اور اوقاف کو مثل منازل کے لکھتے ہیں، تو جب ہر منزل پر بلاضرورت ٹھہرنا فضول اور وقت کو ضائع کرنا ہے، تو ایسا ہی ہر جگہ وقف کرنا فعل عبث ہے، جتنی دیر وقف کرے گا اتنی دیر میں ایک دو کلمہ ہو جائیں گے، البتہ لازم [2] مطلق پر اور ایسے ہی جس آیت کو مابعد سے تعلق لفظی نہ ہو ایسی

---

(1) یعنی جن قواعد کی پابندی عرفاً ضروری ہے کہ اگر اس کے خلاف کیا جائے تو غلط پڑھنے والا قابل ملامت ہے، یہاں پر اس سے مراد قواعد عربیہ ہیں۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(2) یعنی وقف لازم ہو یا وقف مطلق ہو۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

https://alislami.net

جگہ وقف کرنا ضروری اور مستحسن ہے، اور کلمہ کو محض ساکن کرنا یا اور جو احکام وقف کے ہیں ان کو کرنا بلا سانس توڑے، اس کو وقف نہیں کہتے یہ سخت غلطی ہے۔

فائدہ: کلمات میں تقطیع(1) اور سکتات نہ ہونا چاہیے، خصوصاً سکون پر، البتہ جہاں روایۃً ثابت ہوا ہے وہاں سکتہ کرنا چاہیے، اور یہ چار جگہ ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، آیات پر سکتہ کرے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

سکتات غیر مرویہ: اور عوام میں جو مشہور ہے کہ سورۂ فاتحہ میں سات جگہ سکتہ کرنا نہایت ضروری ہے، اگر سکتہ نہ کیا جائے تو شیطان کا نام ہو جائے گا۔ یہ سخت غلطی ہے، وہ سات جگہ یہ ہیں: ''دُلِلْ، هِرَبْ، كِيَوْ، كَنَعْ، كَنَسْ، تَعَلَ، بِعَلَ'' اگر ایسا ہی کسی کلمہ کا اول کسی کلمہ کا آخر ملا کر کلمات گڑھ لیے جائیں تو اور بھی بہت سے سکتے نکلیں گے، جیسا کہ ملا علی قاری شرح مقدمہ جزریہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''وَمَا(2) اشْتَهَرَ عَلٰى لِسَانِ بَعْضِ الْجَهَلَةِ مِنَ الْقُرْءَانِ فِيْ سُوْرَةِ الْفَاتِحَةِ لِلشَّيْطٰنِ كَذَا مِنَ الْاَسْمَآءِ فِيْ مِثْلِ هٰذِهِ التَّرَاكِيْبِ مِنَ الْبِنَآءِ فَخَطَآءٌ فَاحِشٌ وَاِطْلَاقٌ قَبِيْحٌ ثُمَّ سَكْتُهُمْ عَلٰى نَحْوِ دَالِ الْحَمْدُ وَكَافُ اِيَّاكَ وَاَمْثَالِهَا غَلَطٌ صَرِيْحٌ''۔

فائدہ: وقف تابع رسم ہوتا ہے: ''كَاَيِّنْ'' میں جو نون ساکن ہے یہ نون تنوین کا

---

(1) غلطی سے تقطیع وسط کلمہ میں ہوتی ہے، اور سکتہ آخر کلمہ میں ہوتا ہے، باقی کیفیت ادا میں کچھ فرق نہیں، آواز دونوں میں بند ہو جاتی ہے، اور سانس دونوں میں جاری رہتی ہے، صرف اطلاق اور محل کا فرق ہے۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(2) ترجمہ: اور بعض جہلا کی زبان پر جو مشہور ہے کہ قرآن میں سورۂ فاتحہ کے اندر مثل ان تراکیب مذکورہ میں شیطان کے سات نام ہیں، پس یہ سخت غلطی اور اطلاق قبیح ہے، پھر ان کا ''اَلْحَمْدُ'' کی دال اور ''اِيَّاكَ'' کے کاف پر اور اس کے امثال میں سکتہ کرنا کھلی غلطی ہے۔ ۱۲

https://alislami.net

ہے اور مرسوم ہے، اس لفظ کے سوا مصحف عثمانی میں کہیں تنوین نہیں لکھی جاتی، اور قاعدہ سے یہاں تنوین وقف کی حالت میں حذف ہونا چاہیے، مگر چوں کہ وقف تابع رسم خط کے ہوتا ہے اور یہاں تنوین مرسوم ہے، اس وجہ سے وقف میں ثابت رہے گی۔

فائدہ: آخر کلمہ کا حرف علت جب غیر مرسوم ہو تو وقف میں بھی محذوف ہوگا، اور جو مرسوم ہوگا وہ وقف میں بھی ثابت ہوگا، ثابت فی الرسم کی مثال ''وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ، تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ، لَا تَسْقِي الْحَرْثَ'' اور محذوف فی الرسم کی مثال ''فَارْهَبُوْنِ، وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ'' سورۂ نساء میں ''نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ'' سورۂ یونس میں ''مَتَابِ، عِقَابِ'' سورۂ رعد میں، مگر سورۂ نمل میں جو ''فَمَآ اٰتٰىنِ ۦ اللّٰهُ'' ہے، اس کی یا باوجودیکہ غیر مرسوم ہے وقف میں جائز ہے اثبات اور حذف، اس واسطے کہ وصل میں حفص رَحْمَةُ اللهِ تعالٰی عَلَيْهِ اس کو مفتوح پڑھتے ہیں۔ ''وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ'' سورۂ اسراء میں ''وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ'' سورۂ شوریٰ میں ''يَدْعُ الدَّاعِ'' سورۂ قمر میں ''سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ'' سورۂ علق میں ''اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ'' سورۂ نور میں ''اَيُّهَ السَّاحِرُ'' سورۂ زخرف میں ''اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ'' سورۂ رحمن میں۔ البتہ اگر تماثل فی الرسم کی وجہ سے غیر مرسوم ہوگا، تو اس قسم کا محذوف وقف میں ثابت ہوگا، اس کی مثال ''يُحْيِ، وَيَسْتَحْيِ، وَاِنْ تَلْوٗا، لِتَسْتَوٗا، جَآءَ، مَآءَ، سَوَآءَ، تَرَآءَ[1] الْجَمْعٰنِ''۔

فائدہ: ''لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ'' اصل میں ''لَا تَاْمَنُنَا'' دو نون ہیں، اور پہلا نون مضموم ہے دوسرا مفتوح، اور ''لا'' نافیہ ہے، اس میں محض اظہار اور محض ادغام جائز نہیں، بلکہ

---

(1) بحالتِ وقف ''تَرَآءَا'' ہوگا۔ ۱۲/ابن ضیاء۔

https://alislami.net

ادغام کے ساتھ اشمام ضرور کرنا چاہیے، اور اظہار کی حالت میں روم ضروری ہے۔

فائدہ: حروف مبدوء[1] اور موقوف کا خیال رکھنا چاہیے، کہ کامل طور سے ادا ہو، خاص کر جب ہمزہ یا عین موقوف کسی حرف ساکن کے بعد ہو، مثل ''شَیْءٍ ، سُوْٓءَ ، جُوْعٍ'' اکثر خیال نہ کرنے سے ایسے موقع پر حرف بالکل نہیں ادا ہوتا یا ناقص ادا ہوتا ہے۔

فائدہ: نون خفیفہ قرآن شریف میں دو جگہ ہے، ایک ''وَلَیَکُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِیْنَ'' سورۂ یوسف میں، دوسرا ''لَنَسْفَعًا'' سورۂ اِقْرَاْ میں، یہ نون وقف میں الف سے بدل جائے گا، اس وجہ سے کہ اس کی رسم الف کے ساتھ ہے۔

---

(1) یعنی جس کلمہ سے ابتدا کی جائے۔ ۱۲/ابن ضیاء۔

https://alislami.net

خاتمہ

پہلی فصل

جاننا چاہیے کہ قاری مقری کے واسطے چار علموں کا جاننا ضروری ہے۔

علم تجوید: ایک تو علم تجوید یعنی حروف کے مخارج اور اس کے صفات کا جاننا۔

علم اوقاف: دوسرا علم اوقاف ہے، یعنی اس بات کو جاننا کہ اس کلمہ پر کس طرح وقف کرنا چاہیے اور کس طرح نہ کرنا چاہیے، اور کہاں معنی کے اعتبار سے قبیح اور حسن ہے اور کہاں لازم اور غیر لازم ہے، تجوید کے اکثر مسائل بیان ہو چکے ہیں، اور اوقاف جو قبیل (1) ادا سے ہیں وہ بھی بیان کر دیئے گئے، اور جو قبیل (2) معانی سے ہیں مختصر طور سے ان کے رموز کا بھی جو دال علی المعانی ہیں بیان کر دیا، اور بالتفصیل بیان کرنے سے کتاب طویل ہو جائے گی، اور مقصود اختصار ہے، اور۔

علم رسم عثمانی: تیسرے رسم عثمانی ہے، اس کا بھی جاننا نہایت ضروری ہے، یعنی کس کلمہ کو کہاں پر کس طرح لکھنا چاہیے، کیوں کہ کہیں تو رسم مطابق تلفظ کے ہے، اور کہیں غیر مطابق، اب اگر ایسے موقع پر جہاں مطابقت نہیں ہے، وہاں لفظ کو مطابق رسم کے تلفظ کیا تو بڑی بھاری غلطی ہو جائے گی، مثلاً ''الرَّحْمٰنُ'' بے الف کے لکھا جاتا ہے، اور ''بِاَيْىدٍ'' سورۂ ذاریٰت میں، دو ''ی'' سے لکھا جاتا ہے، اور ''لَا اِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ. لَا اَوْضَعُوْا. لَا اَذْبَحَنَّهٗ. لَا اَنْتُمْ'' ان چار جگہوں میں لام تاکید کا ہے، اور لکھنے میں لام الف ہے، اب ان

---

(1) یعنی کیفیت وقف۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(2) اس سے وقف تام، کافی، حسن، قبیح مراد ہیں۔ 12

https://alislami.net

جگہوں میں مطابقت رسم سے لفظ مہمل اور مثبت منفی ہو جاتا ہے۔

رسم توقیفی کا حکم: اور یہ رسم توقیفی[1] اور سماعی ہے، اس کے خلاف لکھنا جائز نہیں۔

رسم عثمانی کے توقیفی ہونے پر تین دلائل:

دلیل اوّل: اس واسطے کہ جناب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانہ میں جس وقت قرآن شریف نازل ہوتا تھا اسی وقت لکھا جاتا تھا، صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے پاس متفرق طور سے لکھا ہوا تھا۔

جمع اوّل: اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تعالٰی عَنْہُ کے زمانہ میں اکٹھا ایک جگہ جمع کیا گیا۔

جمع ثانی: پھر حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تعالٰی عَنْہُ کے زمانہ میں نہایت ہی اہتمام اور اجماع صحابہ عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے متعدّد قرآن شریف لکھوا کر جابجا بھیجے گئے۔

دونوں جمع کے درمیان فرق: جمع اول اور جمع ثانی میں اتنا فرق ہے کہ پہلی دفع میں جمع غیر مرتب تھا اور جمع ثانی میں سورتوں کی ترتیب کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے، اور حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تعالٰی عَنْہُ اور حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تعالٰی عَنْہُ نے اس کام کو حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تعالٰی عَنْہُ کے سپرد کیا، کیوں کہ یہ کاتب الوحی تھے اور عرضۂ[2] اخیرہ کے مشاہد اور اسی عرضہ کے موافق جناب حضرت رسول مقبول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو قرآن سنایا تھا، اور باوجود سارے کلام مجید مع سبعہ احرف کے حافظ ہونے کے پھر بھی یہ احتیاط اور اہتمام تھا کہ تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو حکم تھا کہ جو کچھ

---

(1) یعنی جس طرح جو رسم ہوتی ہوئی ہم تک پہنچتی ہے۔ ۱۲/ ابن ضیاء۔

(2) اس کے معنی دَور کے ہیں، یعنی حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ جو آخر مرتبہ قرآن پاک کا دور فرمایا تھا۔ ۱۲/ ابن ضیاء محب الدین احمد عفی عنہ ناروی الہ آبادی، ۲۱/ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ یوم جمعہ مبارک۔

https://alislami.net

جس کے پاس قرآن شریف لکھا ہوا ہو وہ لاکر پیش کریں، اور کم از کم دو دو گواہ بھی ساتھ رکھتا ہو، کہ حضرت رسول ﷺ کے سامنے یہ لکھا گیا ہے اور جیساکہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے حضرت رسول مقبول ﷺ کے سامنے لکھا تھا ویسا ہی حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنْہُ اور حضرت عثمان رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنْہُ نے لکھوایا۔

دلیل ثانی: بلکہ بعض ائمہ اہل رسم اس کے قائل ہیں کہ یہ رسم عثمانی حضور ﷺ کے امر اور املا سے ثابت ہوئی ہے، اس طرح پر یہ قرآن شریف باجماع صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اس رسم خاص پر غیر معرب غیر منقط لکھا گیا، اس کے بعد قرن ثانی میں آسانی کی غرض سے اعراب اور نقطے بھی حروف میں دیئے گئے، اب معلوم ہوا کہ یہ رسم توقیفی ہے۔

دلیل ثالث: ورنہ جس طرح ائمہ دین نے اعراب اور نقطے آسانی کے لیے دیے ہیں، ایسا ہی رسم غیر مطابق کو مطابق کر دیتے، اور یہ بات بعید از قیاس ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنْہُ یا حضرت عثمان رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنْہُ اور جمیع صحابہ عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اس غیر مطابق اور زوائد کو دیکھتے اور پھر اس کی اصلاح نہ فرماتے، خاص کر قرآن شریف میں اسی واسطے جمیع خلفاء اور صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ اربع وغیرہم نے اس رسم کو تسلیم کیا ہے، اور اس کے خلاف کو خلاف کی جگہ جائز نہیں رکھا۔ اور بعض اہل کشف نے اس رسم خاص میں بڑے بڑے اسرار بیان کیے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ رسم بمنزلہ حروف مقطعات اور آیات متشابہات کے ہے ''وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُٓ إِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا''۔

علم قراءت: اور چوتھے (۴) علم قراءت ہے، اور یہ وہ علم ہے جس سے اختلاف الفاظ وحی کے معلوم ہوتے ہیں، اور قراءت دو قسم ہے:

https://alislami.net

قراءت متواترہ: ایک (ا) تو وہ قراءت ہے جس کا پڑھنا صحیح ہے اور اس کی قرآنیت کا اعتقاد کرنا ضروری اور لازمی ہے، اور انکار اور استہزا گناہ اور کفر ہے، اور یہ وہ قراءت ہے جو قراءِ عشرہ سے بطریق تواتر اور شہرت ثابت ہوئی ہے۔

قراءت شاذہ: اور جو قراءت ان سے بطریق تواتر اور شہرت ثابت نہیں ہوئیں، یا ان کے ماسوا سے مروی ہیں، وہ سب شاذہ ہیں۔ اور شاذہ کا حکم یہ ہے کہ اس کا پڑھنا قرآنیت کے اعتقاد سے یا اس طرح کہ سامع کو قرآن شریف پڑھے جانے کا وہم ہو، حرام اور ناجائز ہے۔ آج کل یہ بلا بہت ہو رہی ہے کہ کوئی قراءت متواترہ پڑھے تو مسخراپن کرتے ہیں، اور ٹیڑھی بانکی قراءت سے تعبیر کرتے ہیں، اور بعض حفاظ قاری صاحب بننے کو تفسیر وغیرہ دیکھ کر اختلاف قراءت سے پڑھنے لگتے ہیں، اور یہ تمیز نہیں ہوتی کہ یہ کون سی قراءت ہے، آیا پڑھنا صحیح ہے یا نہیں، اور شاذہ ہے یا متواتر، دونوں حضرات کا حکم ماسبق سے معلوم ہو چکا کہ کس درجہ برا کرتے ہیں۔

دوسری فصل

الحان وانغام کا حکم: قرآن شریف کو الحان اور انغام کے ساتھ پڑھنے میں اختلاف ہے، بعض حرام، بعض مکروہ، بعض مباح، بعض مستحب کہتے ہیں۔ پھر اطلاق اور تقیید میں بھی اختلاف ہے، مگر قول محقق اور معتبر یہ ہے کہ اگر قواعد موسیقیہ کے لحاظ سے قواعد تجوید کے بگڑ جائیں، تب تو مکروہ یا حرام ہے، ورنہ مباح ہے یا مستحب، اور مطلقاً تحسین صوت سے پڑھنا مع رعایت قواعد تجوید کے مستحب اور مستحسن ہے، جیسا کہ اہل عرب عموماً خوش آوازی اور بلا تکلف بلا رعایت قواعد موسیقیہ سے ذرہ بھر بھی واقف نہیں ہوتے اور نہایت ہی خوش آوازی سے پڑھتے

https://alislami.net

ہیں، اور یہ خوش آوازی ان کی طبعی اور جبلّی ہے، اسی واسطے ہر ایک کا لہجہ الگ الگ اور ایک دوسرے سے ممتاز ہوتا ہے، ہر ایک اپنے لہجہ کو ہر وقت پڑھ سکتا ہے، بخلاف انغام کے کہ ان کے اوقات مقرر ہیں کہ دوسرے وقت میں نہیں بنتے، اور نہ اچھے معلوم ہوتے ہیں، یہاں سے معلوم ہو گیا کہ نغم اور لہجہ میں کیا فرق ہے۔

الحان کی تعریف: طرز طبعی کو لہجہ کہتے ہیں، بخلاف نغم کے، اب یہ بھی معلوم کرنا ضروری ہے کہ انغام کسے کہتے ہیں۔

انغام کی تعریف: وہ یہ ہے کہ تحسین صوت کے واسطے جو خاص قواعد مقرر کیے گئے ہیں ان کا لحاظ کر کے پڑھنا، یعنی کہیں گھٹانا کہیں بڑھانا، کہیں جلدی کرنا کہیں نہ کرنا، کہیں آواز کو پست کرنا کہیں بلند کرنا، کسی کلمہ کو سختی سے ادا کرنا کسی کو نرمی سے، کہیں رونے کی سی آواز نکالنا کہیں کچھ کہیں کچھ، جو جانتا ہو وہ بیان کرے۔

بلا لہجہ کے تحسین صوت ممکن نہیں ہے: البتہ جو بڑے بڑے اس فن کے ماہر ہیں، ان کے قول یہ سنے گئے ہیں کہ اس سے کوئی آواز خالی نہیں ہوتی، ضرور بالضرور کوئی نہ کوئی قاعدہ موسیقی کا پایا جائے گا۔

خصوصاً جب انسان ذوق شوق میں کوئی چیز پڑھے گا باوجودیکہ وہ کچھ بھی اس فن سے واقف نہ ہو مگر کوئی نہ کوئی نغم سرزد ہوگا، اس واسطے بعض محتاط لوگوں نے اس طرح پڑھنا شروع کیا ہے کہ تحسین صوت کا ذرہ بھر بھی نام نہ آئے، کیوں کہ تحسین صوت کو لازم ہے نغم کے اور اس سے احتیاط ہے، اور یہی بعض اہل احتیاط اہل عرب کو کہتے ہیں کہ وہ لوگ تو گا کے پڑھتے ہیں، حالاں کہ یہ تحسین کسی طرح ممنوع نہیں اور نہ اس سے مفر ہے۔

حاصل گفتگو: خلاصہ اور ماحصل ہمارا یہ ہے کہ قرآن شریف کو تجوید سے پڑھنا اور فی

https://alislami.net

الجملہ خوش آوازی سے پڑھے اور قواعد موسیقیہ کا خیال نہ کرے کہ موافق ہے یا مخالف، اور صحت حروف اور معانی کا خیال کرے اور معنی اگر نہ جانتا ہو تو اتنا ہی خیال کافی ہے کہ مالک الملک عزوجل کے کلام کو پڑھ رہا ہوں، اور وہ سن رہا ہے، اور پڑھنے کے آداب (1) مشہور ہیں۔

---

(1) قرآن مجید کا ادب واحترام بہت ضروری ہے۔

مسئلہ (۱):۔ پڑھنے والے کو چاہیے کہ پاک وصاف ہو اور باوضو قبلہ رو ہو کر پاک جگہ بیٹھ کر پڑھے۔

مسئلہ (۲):۔ بلاوضو قرآن مجید کو نہ چھونا چاہیے۔

مسئلہ (۳):۔ قرآن مجید نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔

مسئلہ (۴):۔ قرآن مجید کو خوش آوازی سے پڑھنا چاہیے۔

مسئلہ (۵):۔ قرآن مجید کو اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر شروع کرنا چاہیے، لیکن سورۂ توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہ پڑھنا چاہیے، چاہے شروع قراءت ہو یا درمیان قراءت ہو، اور اگر درمیان قراءت میں سورۂ توبہ شروع کریں تو کسی قسم کا استعاذہ نہ کرنا چاہیے۔

مسئلہ (۶):۔ قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا زبانی پڑھنے سے افضل ہے۔

مسئلہ (۷):۔ قرآن مجید سننا تلاوت کرنے اور نفل پڑھنے سے افضل ہے۔

مسئلہ (۸):۔ قرآن مجید بلند آواز سے پڑھنا افضل ہے، جب کہ کسی نمازی یا مریض یا سوتے کو ایذا نہ پہنچے۔

مسئلہ (۹):۔ قرآن مجید کے پڑھنے میں صحت الفاظ اور قواعد تجوید کا بہت لحاظ رکھنا چاہیے، حتی الامکان او قاف میں بھی غلطی نہ ہونا چاہیے۔

مسئلہ (۱۰):۔ جو شخص غلط قرآن مجید پڑھتا ہو تو سننے والے پر واجب ہے کہ بتائے بشرطیکہ بتانے کی وجہ سے کینہ وحسد پیدا نہ ہو۔

مسئلہ (۱۱):۔ تین دن سے کم میں قرآن مجید ختم کرنا خلاف اولیٰ ہے۔

مسئلہ (۱۲):۔ قرآن مجید جب ختم ہو تو تین بار سورۂ اخلاص پڑھنا بہتر ہے۔

مسئلہ (۱۳):۔ قرآن مجید ختم کر کے دوبارہ شروع کرتے ہوئے مفلحون تک پڑھنا افضل ہے۔

مسئلہ (14):۔ قرآن پاک ختم ہونے پہ دُعا مانگنی چاہئے کہ اس وقت دُعا قبول ہوتی ہے۔

مسئلہ (15):۔ تلاوت کرتے وقت کسی شخص معظم دینی مثلاً بادشاہ اسلام یا عالم دین یا پیر یا استاذ، باپ آجائے تو تلاوت کرنے والا اس کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو سکتا ہے۔

مسئلہ (16):۔ غسل خانہ اور موضع نجاست میں قرآن مجید پڑھنا جائز نہیں۔ 12 / ابن ضیاء عفی عنہ ناروی مدرس مدرسہ سبحانیہ الہ آباد۔

https://alislami.net